حضرت ابو بکرؓ کے سو قصے

فہرست

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۰۰ قصے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوبکر بن ابی قافہ التیمی اور نام عبداللہ بن عثمان بن عامر القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خلیفہ راشد ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کیلئے اپنا تن من لگایا، حضور نبی کریم ﷺ کا بہادروں کی طرح دفاع کیا، اللہ جل شانہٗ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے دین وملت کی حفاظت فرمائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایمان ویقین کی دولت سے سرفراز فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے امام اور منافقوں اور اہل ارتداد کے لیے برہنہ تلوار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت عام الفیل کے اڑھائی سال بعد ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں جوان ہوئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوروظلم کے نام سے بھی واقف نہ تھے، زمانہ جاہلیت کی گندگی سے بہت دور اور اخلاق عربیہ سے آراستہ تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن معاشرت ومجالست کے حامل اور وعدے کے سچے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام سے پہلے ہی اپنے اوپر شراب نوشی حرام کرلی تھی، لوگوں کے ساتھ جودوکرم کا سلوک کرتے تھے، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے اور کمزوروں کی دل داری کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انساب عرب کے ماہر تھے، عرب کے تمام قبیلوں اور شاخوں سے واقف تھے،

کمزوروں پر بڑے مہربان اور طاقتوروں کی نظر میں بھی محبوب تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید السادات تھے، جب دیات کا معاملہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا جاتا تو لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق کرتے اور جب کسی دوسرے کے حوالہ کیا جاتا تو لوگ اس کو رسوا کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیع المرتبت اور عالی شان رکھتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سنی جاتی تھی۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجربہ کار تاجر اور صاحب بصیرت انسان تھے، آپ خواب و تعبیر کے بھی بڑے ماہر تھے عمدہ و اعلیٰ نسب اور خوب روئی کی وجہ سے عتیق کے نام سے موسوم ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں کوئی قابل عیب چیز نہ تھی، آپ ذہین و فطین اور صائب الرائے بھی تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوبرو اور حسین چہرہ کے مالک تھے، رنگ سفید اور جسم دبلا تھا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، چہرے پر گوشت کم تھا، پیشانی روشن تھی داڑھی مبارک ہلکی تھی، نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا تردد اور بلا تامل مسلمان ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل ایمان کی نعمت سے سرفراز ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی خدمت اور کمزور مسلمانوں کو غلامی سے آزادی دلانے کے لیے اپنا مال وقف کر دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کی اذیتوں سے دوچار ہوئے۔ پھر جب ان کی تکلیفیں اور اذیتیں حد سے بڑھ گئیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ کو چھوڑا اور وہاں سے ہجرت کی، ابن الدغنہ کی پناہ پر واپس آگئے لیکن پھر اس کی پناہ کو ٹھکراتے ہوئے خدائے واحد و قہار کے دین کا علم بلند کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ معراج میں بھی آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی اور حضور ﷺ کا خوب دفاع بھی کیا۔ جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "صدیق" کے لقب سے نوازا، حضور اقدس ﷺ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبیب و صدیق تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ طاہرہ و عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری کے وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت فرمائی، آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ غارِ ثور میں "ثانی اثنین" تھے، حضور اقدس ﷺ کی رفاقت میں کئی غزوات میں شریک رہے، مشکلات کا مقابلہ کیا اور لڑائیوں میں جوانمردی دکھائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتوحات سے نوازا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے شب بیدار اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے، عوام الناس کے ساتھ بڑے متواضع و منکسر المزاج تھے۔ دنیا سے بے رغبت اور دین کے عالم اور اس پر عمل کرنے والے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضائل وخیرات کے جامع تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیکی کی کوئی راہ نہیں چھوڑی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی نرم طبیعت والے تھے کہ آنسو جلد نکل آتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روشن چہرے والے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقی اور پرہیزگار تھے، حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنم سے آزادی اور نیک لوگوں کے ہمراہ جنت میں داخل ہونے کی بشارت سنائی۔

جب لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت خلافت کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چھوڑ کر گھر میں بیٹھ گئے، لیکن جب لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو اپنا امام بنانا طے کر لیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر روانہ کیا، مرتدوں اور زکوٰۃ نہ دینے والے سرکشوں کے خلاف قتال کیا اور مختلف علاقوں میں اسلامی لشکر روانہ کیے جس کے دبدبے سے بادشاہوں کے قدم ڈگمگا گئے اور ایوان ہل گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس میں کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن جمع کیا اور دین وایمان کی نشر واشاعت فرمائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطیب بلیغ، خلیفہ معظم اور رافت وحلم اور دین وعلم جیسی صفات سے متصف تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق الاسلام تھے، آپ سلام کو رواج دینے اور نماز کی امامت کرنے میں سب پر فائق اور سبقت لے جانے والے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑوں کے ساتھ اکرام واحترام اور چھوٹوں کے ساتھ محبت وشفقت کا رویہ رکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں کمزور شخص طاقتور تھا یہاں تک کہ وہ اپنا حق وصول کر لے اور طاقتور آدمی کمزور تھا جب تک کہ اس

سے دوسرے کا حق وصول کر لیا جائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پیدل چلتے لیکن دوسرے سپہ سالار سوار ہوتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنے ہاتھ سے بکریوں کا دودھ نکال کر محلّے کے بچوں کو دیتے اور پیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار شادیاں کیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں چھے بچے بچیاں تھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم المرتبت اور رقیق القلب تھے۔ دنیا میں بھی حضور ﷺ کے رفیق تھے اور قبر میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحب بنے۔ نیز حوضِ کوثر پر بھی آنحضرت ﷺ کے جلیس اور پیشی کے دن بھی آنحضور ﷺ کے رفیق ہوں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳ ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور خیر البریہ، خاتم الانبیاء و امام الاصفیاء ﷺ کے جوارِ مبارک میں مدفون ہوئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاتأمل اسلام قبول کیا

تاریخ اسلام کے شہسوار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن قریش کی زبانی ایک بات سنی جس کی وجہ سے قریش کے لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفیق و صدیق محمد امین ﷺ کو طعن و تشنیع کر رہے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً آنحضور ﷺ کے پاس پہنچے اور دو زانو ہو کر نرم انداز میں آپ ﷺ سے دریافت کرنے لگے: اے محمد ﷺ! قریش مکہ جو کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور ان کو بے وقوف قرار دیا ہے کیا یہ بات حق اور درست ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں اللہ کا رسول ﷺ اور اس کا پیغمبر ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبعوث فرمایا کہ میں اس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاؤں اور میں تجھے بھی اللہ کی طرف حق کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے کہ یہ بات حق ہے، اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں تجھے اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں یہ کہ تم غیر اللہ کی عبادت نہ کرو اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے، انہوں نے اسلام قبول کرنے میں ذرا

بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی[1] اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے سچے ہونے، آپ ﷺ کی حسنِ فطرت اور عمدہ اخلاق سے واقف تھے، جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی بات کو نہیں جھلایا تو بھلا اللہ تعالیٰ کی بات کو کیسے جھٹلاتے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے: "میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے پس و پیش کیا اور کچھ نہ کچھ غور و فکر کیا لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے بلا تردد اور بلا توقف اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔"[2]

اگر حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو سچ ہی فرمایا ہے

چاشت کا وقت تھا، آنحضرت ﷺ بیت اللہ کے پاس تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کا دہن مبارک ذکر و تسبیح سے معطر ہو رہا تھا کہ خدا کے دشمن ابوجہل کی آپ ﷺ پر نظر پڑی، جو اپنے گھر سے نکل کر بیت اللہ کے اردگرد بے مقصد پھر رہا تھا، وہ بڑے فخر و تکبر کے انداز میں حضور پرنور ﷺ کے قریب آیا اور ازراہِ مذاق کہنے لگا: اے محمد ﷺ! کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں، آج کی رات مجھے معراج کرائی گئی۔ ابوجہل، ہنسا اور تمسخر کے انداز میں کہنے لگا: کس طرف؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی جانب ابوجہل نے تھوڑی دیر کے لیے ہنسنے سے توقف اختیار کیا، پھر حضور ﷺ کے قریب ہو کر آہستہ آواز میں تجاہلانہ لہجہ میں کہنے لگا: رات آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور صبح کو آپ ہمارے سامنے پہنچ بھی گئے؟ پھر مسکرایا اور پوچھنے لگا: اے محمد (ﷺ)! اگر میں سب لوگوں کو جمع کروں تو کیا آپ ﷺ وہ بات جو آپ نے مجھے بتائی ہے ان سب کو بھی بتا دیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں ان کو بھی بیان کر دوں گا۔ چنانچہ ابوجہل خوشی خوشی لوگوں کو جمع کرنے لگا اور ان کو آنحضور ﷺ کی بتائی ہوئی بات بتانے لگا، لوگوں کا ایک ازدحام ہو گیا، لوگ

---

[1] "البدایۃ والنھایۃ" (۳/۲۶،۲۷)

[2] "السیرۃ النبویۃ" (۲/۲۵)

اظہار تعجب کرنے لگے اور اس خبر کو ناقابل یقین سمجھنے لگے، اسی دوران چند آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو بھی اس امید پر ان کے رفیق اور دوست کی خبر سنائی کہ ان کے درمیان جدائی اور علیحدگی ہو جائے کیونکہ وہ مجبور ہے تھے کہ یہ خبر سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور ﷺ کی تکذیب کر دیں گے لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: اگر یہ بات حضور ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً درست فرمائی ہے۔ پھر فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! میں تو ان کی اس سے بھی بعید از عقل بات میں تصدیق کروں گا، جب میں صبح و شام آپ ﷺ پر آنے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا آپ ﷺ کی اس بات کی تصدیق و تائید نہیں کروں گا کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو چھوڑا اور جلدی سے اس جگہ پر پہنچے جہاں حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے اور حضور ﷺ ان کو بیت المقدس کا واقعہ بیان کر رہے تھے، جب بھی حضور ﷺ کوئی بات ارشاد فرماتے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا، آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ بس اس روز سے آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "الصدیق" رکھ دیا۔[1]

﴿اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ!
آپ کے ساتھی پکڑے گئے﴾

جب کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر دی کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ کے ساتھی کو مشرکین نے پکڑ لیا ہے آپ برہنہ سر دوڑتے ہوئے بیت اللہ شریف پہنچے تو دیکھا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جگہ پر گرایا ہوا ہے اور آپ ﷺ

[1] "البدایہ والنہایۃ" (۱۱۳/۳)

پر ٹوٹ پڑے ہیں اور حضور ﷺ کو طعنا کہہ رہے ہیں تو وہی شخص ہے جس نے کئی معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان کی بازی لگائی کسی کو دھکا دیا اور کسی کو مارا اور پھر فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلائل بھی لے کر آیا ہے؟[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟ خدا کی قسم! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لحہ آل فرعون کے مومن جیسے شخص زمین کے ہزاروں لحوں سے بہتر ہے، اس آدمی نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا مگر اس شخص نے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیا دین، دین اسلام، قبول کر لیا تو قریش کے چند سردار دارالندوہ میں جمع ہوئے انہوں نے آستینیں چڑھالیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں باہم مشورہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ ایک آدمی کو مقرر کیا جائے جو ان کو پکڑ کر لائے اور ان کو اپنے معبودوں کی طرف دعوت دے، چنانچہ انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ کو ان کے پاس بھیجا، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے، اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے، طلحہ نے بلند آواز سے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میرے ساتھ آؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: تم مجھے کس کی طرف دعوت

---

1. "المجمع" (۶/۴۷) و "الاستیعاب" (۲/۲۴۴)
2. "المجمع" (۹/۴۷)

دیتے ہو؟ اس نے کہا: میں آپ کو لات وعزیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کون لات ...؟ طلحہ نے کہا: اللہ کی بیٹیاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو پھر ان کی ماں کون سی ہے؟ (یہ سن کر) طلحہ خاموش ہو گئے، کوئی بات زبان سے نہیں نکالی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلحہ کے ساتھیوں کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: اپنے ساتھی کو جواب دو، وہ بھی خاموش رہے، انہوں نے جواب نہیں دیا۔ طلحہ اپنے ساتھیوں کی طرف کافی دیر تک دیکھتے رہے کہ وہ خوفناک قسم کی خاموشی میں مستغرق ومنہمک اور سرگرداں ہیں تو دوبارہ کہنے لگے: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن الدغنہ کی پناہ کو ٹھکراتے ہیں

صبح کی روشنی چہار سو پھیلی، اندھیرا ختم ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سامان جمع کرنے لگے اور زاد راہ تیار کرنے لگے، سفر کی تیاری کرنے کے بعد اپنا عصا لیا اور روانہ ہو گئے، اپنے دل میں جذبات ایمان کو لیتے ہوئے مکہ سے جدا ہوئے اور ایمان سے معمور دل کو لے کر حبشہ کی سرزمین کا رُخ کیا۔ جب برک الغماد (یمن میں ایک مقام ہے) مقام پر پہنچے تو ابن الدغنہ کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی جو مشہور قبیلہ قارۃ کا سردار تھا، اس نے جوش بھری آواز میں پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی نرمی سے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا۔ پس میں نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ زمین کی سیاحت کروں تاکہ اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ ابن الدغنہ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

---

[1] "عیون الاخبار" (۲/۱۹۸، ۱۹۹)

اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے! آپ تو ضرورت مند کو کما کر دیتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، یتیم اور بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، حق پر قائم رہنے کی وجہ سے آنے والے مصائب پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، آپ واپس چلئے اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ آئے، ابن الدغنہ بھی آپ کے ہمراہ چلا آیا۔ شام کے وقت ابن الدغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے جا کر کہا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص نہ خود نکلتا ہے اور نہ اسے نکالا جاتا ہے، کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو غریبوں کے لیے کما کر لاتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں پر دوسروں کی مدد کرتا ہے؟ قریش مکہ نے ابن الدغنہ کی پناہ کو قبول کرتے ہوئے اس سے کہا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے، وہاں جتنی چاہے نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کرے۔ لیکن ہمیں اس وجہ سے تکلیف نہ دے اور یہ کام علی الاعلان نہ کرے، کیونکہ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے اس فتنہ سے دوچار نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصہ تک گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے، نہ نماز علی الاعلان پڑھتے اور نہ ہی کسی دوسرے گھر میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے لیکن پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں کوئی بات آئی تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا ازدحام ہونے لگا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رونے والے انسان تھے، جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو نہ روک پاتے۔ اس صورتحال سے مشرکین میں سے اشراف قریش گھبرا گئے، چنانچہ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلایا، جب وہ آیا تو اس سے کہنے لگے: ہم نے آپ کے پناہ دینے کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے، انہوں نے تو اس سے تجاوز

کرتے ہوئے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی ہے جہاں وہ کھلم کھلا نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت قرآن کرتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہماری اولاد اس فتنہ سے دوچار نہ ہو جائیں، لہٰذا تم اس کو باز کرو، اگر وہ (گھر ہی میں) اکتفاء کو پسند کرے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ تیری دی ہوئی پناہ کو تجھے واپس کر دے۔ چنانچہ ابن الدغنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور نہایت سکون واطمینان سے بیٹھنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بات جانتے ہیں جس پر ہمارا اتفاق ہوا تھا، یا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اکتفاء کریں یا پھر میری پناہ مجھے واپس لوٹا دیں، کیونکہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ سنیں کہ میں نے ایک آدمی سے پناہ کا معاہدہ کیا تھا جسے میں نے توڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت مضبوط دل سے اس کو جواب دیا کہ میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی وخوش ہوں۔ ۱

﴿حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا اسلام لانا﴾

حضور اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے گھر تنگ پڑ گیا، ان کی تعداد اڑتیس (۳۸) کے قریب تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اس کلمۂ حق اور نئے دین "دین اسلام" کا برملا اعلان واظہار ہو، چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضور ﷺ کے قریب ہوئے اور آپ ﷺ سے اعلانِ حق اور بیت اللہ جانے کا اصرار کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہماری تعداد کم ہے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے تمام مسلمان بھی مسجد کی اطراف میں چلنے لگے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ وخاندان کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے درمیان خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، دوسری طرف مشرکین غصہ سے پھٹ رہے تھے پھر ان مشرکین نے حضور ﷺ

---

۱ "السیرۃ النبویۃ" (۳/۹۳)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ان کو خوب مارا پیٹا، کسی نے طمانچے مارے، کوئی مکے مار رہا تھا اور کوئی لاتیں مار رہا تھا، مارتے مارتے ان کی حالت غیر ہو گئی اور وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے پھر بنوتیم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو ایک کپڑے میں ڈالا اور ان کو ان کے گھر پہنچایا، ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات میں کوئی شک نہ تھا۔ پھر بنوتیم کے لوگ ننگے سر مسجد میں آئے اور اعلان کیا خدا کی قسم! اگر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس صدمہ سے) فوت ہوئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس لوٹے، ابوقحافہ (والد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور بنوتیم کے لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باتیں کرتے مگر ان کو کوئی ہوش نہ تھی، کوئی جواب نہیں دے رہے تھے، شام تک انہوں نے اپنے ہونٹ بھی نہیں ہلائے۔ پھر (ہوش آنے کے بعد) پہلی بات جو ان کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ بنوتیم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات پر غصہ آیا۔ پھر انہوں نے ان کی والدہ سے کہا: دیکھو! اس کو کچھ کھلا دو یا کچھ پانی پلا دو۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی پوچھ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیل بنت خطاب نے کہا: ہاں وہ خیریت سے ہیں اور صحیح وسالم ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہونٹوں میں مسکراہٹ آئی اور چہرہ خوشی سے کھل گیا، پھر یہ کہتے ہوئے بستر سے اٹھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اس وقت) کہاں ہیں؟ ام جمیل نے کہا: وہ اس وقت دار ابن ابی ارقم میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاؤں گا نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے لیکن جب تکلیف کی شدت کی وجہ سے طاقت نہ ہوئی تو اپنی والدہ ام جمیل کا سہارا لیے دار ابن ابی ارقم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھک گئے اور ان کو

چومنے لگے، دوسرے مسلمان بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھک گئے، یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر شدت رقت طاری ہوگئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اب مجھے کوئی تکلیف نہیں، سوائے اس کے جو اس خبیث (عتبہ) نے میرے منہ پر مارا تھا، یہ میری والدہ ہیں، اپنے بیٹے پر بڑی مہربان ہیں اور آپ ﷺ کی ذات بڑی بابرکت ہے، آپ ﷺ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیجیے اور ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے، امید ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو نارِ جہنم سے بچالے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اللہ سے دعا فرمائی تو وہ اسلام لے آئیں۔ [1]

﴿یا رسول اللہ ﷺ کیا مجھے بھی آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا؟﴾

جس روز گرمی کی شدت چہروں کو جھلسا رہی تھی مکہ کی سرزمین گرمی کی آگ سے تپ رہی تھی اور عین دوپہر کے وقت لوگوں کی کھالیں جل رہی تھیں کہ حضور ﷺ جلدی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے، آپ ﷺ صبح یا شام کے وقت ہی تشریف لایا کرتے تھے لیکن اس روز آنحضرت ﷺ خلافِ معمول اس کڑی دوپہر کے وقت تشریف لائے جس روز آپ ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت ملی۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے حبیب اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک (حضور علیہ السلام) پر نظر پڑی تو یکدم اٹھ کھڑے ہوئے اور دل میں کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ اس وقت ضرور کسی اہم واقعہ کی بناء پر تشریف لائے ہیں۔

جب آنحضور ﷺ تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لیے اپنی چارپائی سے اٹھے اور آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ان کو ذرا یہاں سے ہٹادو۔ ابوبکر صدیق

[1] "حیاۃ الصحابۃ" (۲۷۳/۱)

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دونوں میری بیٹیاں ہی تو ہیں، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی ہے (یہ سن کر) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دو زانو ہو کر بیٹھے، آپ کے دونوں رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے، عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بھی آپ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ہاں، تجھے میری رفاقت حاصل ہوگی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ مجھے اس سے پہلے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ کوئی شخص خوشی کے مارے بھی روتا ہے، میں نے اس دن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (خوشی کے مارے) روتے دیکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال (جو پانچ ہزار درہم تھے) لیا اور حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ ہجرت کے لیے چل پڑے، ابو قحافہ آئے، وہ بہت بوڑھے تھے، ان کی بینائی بھی جاتی رہی تھی، بلند آواز میں کہنے لگے: خدا کی قسم! میرا خیال یہ ہے کہ اس نے اپنے مال کی وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے کہا: ابا جان! ایسی بات نہیں ہے، انہوں نے ہمارے لیے خیر کثیر چھوڑی ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر کے اس طاقچے میں جہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مال رکھتے تھے کچھ پتھر لے کر رکھ دیے اور اس پر کپڑا ڈال دیا پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ابا جان! دیکھو! اس مال پر اپنا ہاتھ رکھیے، جب انہوں نے اپنا ہاتھ رکھا تو انہیں وہاں کچھ رکھا ہوا محسوس ہوا پھر خوش ہو کر کہنے لگے: کوئی حرج نہیں؟ جب وہ تمہارے لیے اتنا مال چھوڑ گیا ہے اس نے اچھا کام کیا، اس سے تمہارا کام بن جائے گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی، میں نے صرف یہ چاہا کہ اس طریقہ سے ان بزرگوں کو خاموش کرا دوں۔[1]

---

[1] "السيرة النبوية" لابن هشام (۲/۱۰۸، ۱۱۳)، "البداية والنهاية" (۳/۱۷۹)، "الكنز" (۱۶/۶۸۴، ۶۸۳)

اہل روم مغلوب ہو گئے

جنگ چھڑ گئی، گرد و غبار اٹھا، دہکتے سورج کی روشنی میں تلواریں چمکیں اور لاشیں گرنے لگیں، مکہ میں یہ آواز اٹھی کہ اہل فارس، رومیوں پر غالب آ گئے اور وہ جنگ جیت گئے۔ مشرکین کو اس پر خوشی ہوئی، کیونکہ مشرکین اور اہل فارس دونوں اہل کتاب میں سے نہیں تھے، مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومی ان پر غالب آ جائیں، اس لیے کہ مسلمان اور رومی، اہل کتاب میں سے تھے، جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۝﴾ (الروم: ۱۔۴)

"روم والے مغلوب ہو گئے قریب کی زمین میں، اور وہ مغلوب ہونے کے بعد چند ہی سالوں میں پھر غالب ہوں گے۔"

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی گلیوں میں مذکورہ آیات بار بار دہرانے لگے۔ مشرکین نے (یہ دیکھ کر) کہا، اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا صاحب کہتا ہے کہ اہل روم چند سالوں کے اندر اہل فارس پر غالب آنے والے ہیں، کیا یہ سچ ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ وہ کہنے لگے: کیا تم اس پر ہمارے ساتھ قمار بازی کرتے ہو (یہ قمار بازی کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے)، چنانچہ سات سال تک چار جوان اونٹنیوں پر معاہدہ ہو گیا، جب سات سال گزر گئے اور کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تو مشرکین بہت خوش ہوئے لیکن مسلمانوں پر یہ بات شاق گزرنے لگی، جب یہ بات آنحضرت ﷺ سے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے نزدیک "بضع سنین" (چند سالوں میں) سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: دس سال سے کم مدت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ! ان سے مزید دو سال کی مدت طے کر لو، چنانچہ حضرت ابوبکر گئے اور ان سے مزید دو سال کی مدت کا معاہدہ طے کیا، ابھی دو سال پورے نہ گزرے تھے کہ دونوں کی باہم جنگ ہوئی اور رومیوں کو غلبہ حاصل ہوا، اس طرح مسلمانوں کو وہ خوشخبری مل گئی۔[1]

---

[1] "الدر المنثور" (۲۸۹/۵)

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سارے خاندان سے بہتر ہے

صبح سویرے کچھ لوگ بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے، ان باتوں میں ایک بات یہ بھی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فوقیت اور فضیلت دے رہے تھے، یہ بات اڑتی ہوئی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور لوگوں کے ایک بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر فرمایا: خدا گواہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات، عمر کے سارے خاندان سے بہتر ہے، اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دن، عمر کے خاندان سے بہتر ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم انسان کا ایک واقعہ بیان کیا تا کہ ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ معلوم ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کی طرف جانے کے لیے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستہ میں چلتے وقت کبھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلتے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا وجہ ہے کہ تم کبھی میرے پیچھے چلتے ہو اور کبھی میرے آگے چلتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے غمزدہ لہجہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتا ہوں تا کہ دیکھوں کہ کہیں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش تو نہیں کر رہا ہے! اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتا ہوں تا کہ دیکھوں کہ کہیں کوئی گھات لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تو نہیں کر رہا ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اگر کوئی چیز ہوتی، خطرہ درپیش ہوتا تو میں پسند کرتا کہ تم ہی میرے

آگے ہوتے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شوق سے عرض کیا: جی ہاں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جب دونوں غار ثور میں پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عرض کرتے ہوئے ٹھہرایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہریے! مجھے پہلے اس غار میں جانے دیں، اگر کوئی سانپ یا مضر جانور ہو تو وہ مجھے نقصان پہنچائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہنچائے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار کے اندر گئے اور اپنے ہاتھ سے سوراخوں کو ٹٹولنے لگے اور ہر سوراخ کو کپڑے سے بند کیا، جب سارا کپڑا اس میں لگ گیا تو دیکھا کہ ایک سوراخ باقی رہ گیا ہے اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے، جب صبح ہوئی اور ہر طرف روشنی پھیل گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ ان کے بدن پر کپڑا نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعجب ہو کر پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا کپڑا کہاں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ بتایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے ساتھ میرے درجہ میں کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ رات، عمر کے خاندان سے زیادہ بہتر ہے۔[1]

﴿زہریلے سانپ کا ڈسنا﴾

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غار کے اندر روپوش ہو گئے، تاریک رات ہے، اندھیرا چھا رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ رہی ہے، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا اور سو گئے، اسی دوران حضرت ابوبکر رضی

[1] "البداية والنهاية" (۳/۱۸۰) و "حلية الأولياء" (۱/۳۳)

اللہ تعالیٰ عنہ کے اس پاؤں کو زہریلے سانپ نے ڈس لیا جس پاؤں کے ساتھ انہوں نے سانپ کے بل کو بند کیا ہوا تھا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں، ذرا بھی حرکت نہیں کی۔ مگر کچھ ہی دیر کے بعد درد کی شدت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے آنسوؤں کا ایک قطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر گرا جس سے آنحضرت کی آنکھ کھل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا بات ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف ہو رہی تھی، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! سانپ نے ڈس لیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن اس پر لگایا تو جو درد ان کو محسوس ہو رہا تھا وہ ایسا ختم ہوا کہ گویا جیسے سانپ نے ڈسا ہی نہ ہو اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات قریب ہوئی تو اس زہر کا اثر عود کر آیا تھا۔[1]

غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے

اُدھر شرک کے زہریلے خطرناک سانپ اور کفر کے سردار شیاطین، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار کی تلاش میں تیزی سے نکلے، ہر مقام پر ہر جگہ پر گئے یہاں تک کہ جبل ثور پر آپہنچے اور اس غار کے دروازہ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے جس غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب چھپے ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان پر نظر پڑی تو گھبرا گئے اور پریشان ہوئے کہ کہیں یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو ان کا غم ختم کرنے کے لیے آہستہ آواز میں فرمایا: ''غم نہ کرو! بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہوئی آواز میں کہا: اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا خود اللہ ہو؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے اور دعا کرنے لگے:

[1] "مشکاۃ المصابیح" (۲۰۲۵/۳)

﴿فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبة: ۴۰) [1]

﴿میں اپنے رب سے راضی ہوں﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھٹے پرانے اور بوسیدہ عباء پہنے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، اس عباء (چوغہ) کے کنارے کھجور کی شاخوں اور نباتات کی لکڑیوں سے جوڑے گئے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور دریافت کیا: اے محمد ﷺ! کیا وجہ ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر ایسی بوسیدہ قسم کی عباء دیکھتا ہوں جس کو اس طرح سے جوڑا گیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے جبریل علیہ السلام! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیے کہ کیا وہ اس حالت فقر پر اللہ سے خوش ہے یا ناخوش؟ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ رہے ہیں، کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالتِ فقیرانہ پر اللہ سے خوش ہیں یا ناخوش؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہو سکتا ہوں؟ پھر ازراہِ شوق فرمانے لگے: میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں [2]

---

[1] "السيرة النبوية" (۱۰۸/۲)، "المجمع" (۵۲/۶)، كتب التفسير (التوبة: ۴۰)، سلسلة الموسوعة الإسلامية "ابوبكر صديق" ص ۴۹.

[2] رواه ابو نعيم في "حلية الاولياء" (۱۰۵/۷) وقال غريب من حديث الثوري، "صفة الصفوة" (۲۴۹/۱-۲۵۰)

﴿صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں﴾

رات چھانے کو تھی، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور ﷺ کے اردگرد یوں منتشر بیٹھے تھے جیسے ستارے چودھویں کے چاند کے اردگرد ہوں، اور آنحضرت ﷺ اپنی شیریں گفتگو جاری رکھے ہوئے تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا آدمی داخل ہوگا کہ جنت میں ہر گھر والا اور بالا خانے والا اس کو خوش آمدید، خوش آمدید کہے گا اور کہے گا کہ ہمارے ہاں آؤ، ہمارے ہاں آؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شوق سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آج کل اس آدمی کا ثواب (نیکی) کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف انبساط سے دیکھا اور ان کو یہ خوشخبری سنائی کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وہ آدمی تم ہی ہو۔ جب نبی اکرم ﷺ کو آسمانی معراج ہوئی اور آپ ﷺ جنت عدن میں داخل ہوئے تو وہاں آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کی مانند بے مثال حور دیکھی جس کی پلکیں، گدھ کے اگلے پروں کی طرح تھیں۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: تو کس کے لیے ہے؟ اس حور نے کہا: میں آپ ﷺ کے بعد آنے والے خلیفہ کے لیے ہوں۔[1]

﴿جنت کے دروازے﴾

حضور پرنور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت میں تشریف فرما تھے اور اپنی زبان مبارک سے موتی بکھیر رہے تھے اور لوگوں کو اپنی احادیث مبارکہ سے فیض یاب فرما رہے تھے کہ اس دوران حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے راستہ میں دو ہم جنس چیزیں خرچ کرے گا اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ بھلائی ہے، پس جو نمازی ہوگا اسے باب الصلوٰۃ (نماز کے دروازے)

[1] "مجمع الزوائد" (۹/۴۹)، قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير والاوسط ورجاله رجال الصحيح غير احمد بن ابي بكر السالمي وهو ثقة.

سے بلایا جائے گا اور جہاد والے کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو روزے دار ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا اور جو صدقہ خیرات کرنے والا ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جایا جائے گا۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، بظاہر (جنت کے سب) دروازوں سے بلائے جانے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن کیا کسی کو (جنت کے) تمام دروازوں سے بھی (اکراماً) بلایا جائے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک کھلے اور فرمایا: ہاں، مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔[1]

بھوک نے ہی ہمیں ستایا ہے

سورج سر پر کھڑا اپنے شعلے پھینک رہا تھا، گرمی کی شدت سے ریت تپ رہی تھی، ایسی کڑی دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے نکلے اور مسجد میں آئے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا تو پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ایسے وقت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے کیوں نکلے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بھوک کی شدت نے ہی گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا گواہ ہے کہ میرے گھر سے نکلنے کا سبب بھی یہی ہے۔ دریں اثناء کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا: تم دونوں اس وقت گھر سے کیوں نکلے؟ انہوں نے کہا: ہمارا گھر سے نکلنے کا سبب بھوک کی شدت ہے، پیٹ میں ڈالنے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرا بھی گھر سے نکلنے کا یہی سبب ہے، پس تم دونوں میرے ساتھ چلو! چنانچہ وہ چلتے ہوئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر پہنچے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا یا دودھ جمع

---

[1] رواہ "البخاری" (۱۸۹۷)

رکھتے تھے لیکن حضور ﷺ نے وقت پر آنے میں تاخیر فرمائی تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو وہ کھانا کھلایا تھا اور خود (اس دن) اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کرنے چلے گئے تھے، بہرحال! جب یہ حضرات، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پہنچے تو ان کی بیوی نکلی اور اس نے حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہے؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے اور آنحضور ﷺ اور آنحضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوش آمدید کہا، پھر عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ نے آنے میں دیر کر دی، حضور اقدس ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک ہلایا اور فرمایا: ہاں، تم سچ کہتے ہو، پھر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے گئے اور درخت خرما سے ہر طرح کی کھجوروں کا خوشہ توڑ لائے جن میں تر و تازہ کھجوریں بھی تھیں اور خشک کھجوریں بھی تھیں۔ حضور ﷺ نے شفقت کے انداز میں پوچھا: تم نے ہمارے لیے صرف خشک کھجوریں ہی کیوں نہ توڑ لیں؟ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسکراتے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے چاہا کہ آپ ﷺ تر و تازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں سب کھائیں، اور اس کے علاوہ ایک جانور آپ ﷺ کے لیے ذبح کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر جانور ذبح کرو تو دیکھنا کہ دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ آٹا گوندھو اور روٹیاں پکاؤ، اس بکری کا آدھا حصہ تو پکایا اور دوسرا آدھا حصہ بھون لیا۔ جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا تیار کر کے حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے دو ساتھیوں کے سامنے رکھا اور انہوں نے کھایا تو آنحضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: یہ گوشت، روٹی اور پکی پکی کھجوریں ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ وہی نعمتیں ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا۔[1]

---

[1] "الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان" (۵۲۱۶) اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ" (التکاثر: ۸)

اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ان کو چھوڑ دو

عید کا دن تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر اچانک آئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں گانا گانے اور دف بجانے کی آوازیں سنیں تو گھر کے صحن میں جلدی سے آئے تو دیکھا کہ انصار کی دو بچیاں جنگ بعاث کا گانا گا رہی ہیں اور حضور اقدس ﷺ اپنا چہرہ مبارک پھیرے بستر پر آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بچیوں کو سخت لہجہ میں ڈانٹا: یہ کیا ہے؟ شیطانی باجے، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے گھر میں! حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ان کو چھوڑ دو ہر قوم کے لیے عید و خوشی کا دن ہوا کرتا ہے اور آج ہماری عید کا دن ہے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ سو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان بچیوں کو ہاتھ سے دبایا، پھر وہ بچیاں چلی گئیں۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خوشخبری دینے میں سبقت لے جاتے ہیں

ستارے اپنی ہلکی روشنی کے ساتھ مدینہ کے آسمان پر بکھرے ہوئے تھے، رات کی تاریکی ختم ہونے کو تھی، ایسے وقت میں نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث کے بعد واپس آ رہے تھے دریں اثنا کہ یہ حضرات مدینہ کی گلیوں میں چل رہے تھے کہ کسی آدمی کی آواز سنائی دی جو مسجد میں کھڑے نماز پڑھ رہا تھا، نبی پاک ﷺ اس کی قرأت سننے کے لیے ٹھہر گئے، پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ قرآن کو تازہ بتازہ جیسے نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام معبد (ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تلاوت سن لے، پھر ابن

---

[1] رواہ البخاری (۹۵۰، ۹۵۲)

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ فرمانے لگے:
"مانگو! تجھے دیا جائے گا، مانگو تجھے عطا ہوگا۔" پھر سب اپنے اپنے گھر واپس چلے آئے،
حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے گھر لوٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے چاہا کہ وہ جلدی سے یہ خوشخبری ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچادیں، (اپنے دل
میں) کہا کہ میں صبح کو ضرور جا کر انہیں یہ خوشخبری سناؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کہتے ہیں کہ جب میں صبح کو خوشخبری دینے کے لیے پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے ان کو خوشخبری سنائی، خدا کی
قسم! جب بھی میں نے کسی بھی نیکی کے کام میں ان سے مقابلہ کیا تو وہ مجھ پر سبقت لے
گئے ہیں۔[1]

﴿حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فنحاص یہودی﴾

یہودیوں کے بڑے بڑے ناگ ایک جگہ جمع ہو کر اسلام کے خلاف اپنے
خفیہ منصوبے اور اپنی باطنی عداوت کا اظہار کر رہے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ
کی شان میں گستاخیاں کر رہے تھے کہ اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اندر
زبردستی گھس آئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے پاس جمع
ہیں جس کا نام فنحاص ہے جو ان یہودیوں کے علماء میں سے ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے فنحاص! تیرا ستیاناس ہو! خدا کا خوف کر اور مسلمان ہو جا! خدا کی
قسم! تو جانتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں، تم ان کا
ذکر تورات و انجیل میں مکتوب پاتے ہو۔

فنحاص نے سخت انداز میں جواب دیا: اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! خدا کی
قسم! ہمیں اللہ کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے، خدا ہمارا محتاج ہے، ہم اس کے سامنے
ایسے نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ خود ہمارے سامنے گڑگڑاتا ہے، ہم تو اس سے بے نیاز ہیں

---

[1] "مسند ابی یعلی" (۱۹۳) (۱/۱۷۳)

اور وہ ہم سے بے نیاز نہیں ہے، اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا اور غنی ہوتا تو ہم سے ہمارے اموال کا قرض نہ طلب کرتا جیسا کہ تمہارے صاحب کہتے ہیں، وہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے جبکہ ہمیں سود دیتا ہے اگر وہ ہم سے غنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں آ گئے اور فنحاص کے چہرے پر خوب مارا۔ پھر شیر کی طرح گرجتے ہوئے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیرے سر کو اڑا دیتا، اے دشمن خدا! فنحاص اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اے محمد ﷺ! دیکھیے: آپ ﷺ کے ساتھی نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اس خدا کے دشمن نے بڑی بھاری بات کہی تھی، اس نے کہا کہ خدا محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں، جب اس نے یہ بات کہی تو مجھے اس پر اللہ کی رضا کی خاطر غصہ آ گیا اور میں نے اس کے چہرے پر مارا۔ فنحاص چلایا اور انکار کرتے ہوئے کہنے لگا: اے محمد ﷺ! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹ کہتے ہیں، میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فنحاص کی بات کی تردید اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تائید و تصدیق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ (آل عمران: ۱۸۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھ رہے ہیں اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی، اور ہم

کہیں گے چکھو آگ کا عذاب۔"

ابو قحافہ کا اسلام لانا

فتح مکہ کو ابھی کچھ ساعات ہی گزری ہوں گی، کفر و شرک کا زور ٹوٹا ہی تھا، آنحضور ﷺ بیت الحرام میں داخل ہوئے تھے اور بتوں کو پاش پاش کیا ہی گیا تھا اور ہر سو تکبیر کی صدائیں گونج رہی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد، ابو قحافہ، کو لے کر حاضر ہوئے، ابو قحافہ کی بینائی جاتی رہی تھی، جب رسول کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عتابانہ انداز میں فرمایا: ان بزرگوں کو گھر ہی میں رہنے دیا ہوتا حتیٰ کہ میں خود ان کے پاس حاضر ہو جاتا! ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس چل کر آئیں بہ نسبت اس کے کہ آپ ﷺ خود ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ بعد ازاں ابو قحافہ بڑے اطمینان سے حضور اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے، آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر پھیرا تاکہ کفر کی گندگی نکل جائے اور اس سے فرمایا: مسلمان ہو جایئے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اللہ نے ان کو آپ ﷺ کے ہاتھوں ہدایت عطا فرمائی۔[1]

تین چیزیں حق ہیں

ایک آدمی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نازیبا کلمات کہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب و شتم کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طعن زنی کا کوئی جواب نہ دیا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں تشریف فرما تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاموشی پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مسکرا رہے تھے لیکن جب اس آدمی کی طعن و تشنیع حد سے بڑھ گئی اور وہ بار بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا تو ابوبکر

---

[1] "الموسوعة الاسلامية" (ابوبکر) ص ۸۱

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی چھوڑی اور اس شخص کو کچھ نہ کچھ جواب دیا، اس پر آنحضرت ﷺ غضبناک ہوئے اور اُٹھ کر چلے آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے آنحضور ﷺ کی ناراضگی کو بھانپ لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا اور آں جناب ﷺ تشریف فرما تھے لیکن جب میں نے بھی اس کو کچھ جواب دیا تو آپ ﷺ ناراض ہو کر چلے آئے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اس وقت وہاں ایک فرشتہ موجود تھا جو تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا لیکن جب تو نے اس کو جواب دیا تو شیطان آ پہنچا، اس لیے میں شیطان کی موجودگی میں بیٹھنے کا نہیں تھا۔

پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تین باتیں ایسی ہیں کہ اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ جب کسی بندے پر کوئی ظلم ہو اور وہ اللہ کی رضا کے لیے خاموش رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی مدد فرما کر اسے عزت بخشتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص عطیہ کا دروازہ (کسی پر) کھولتا ہے اور اس سے اس کا مقصد صلہ رحمی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس (کے مال میں) کثرت و اضافہ فرماتے ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے اور اس سے اس کا ارادہ مال بڑھانا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں مزید کمی کر دیتے ہیں۔[1]

کوئی ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے اور بڑے جوان طاقتور تھے مشرکین کی صفوں سے نمودار ہوئے اور للکارنے لگے: کوئی ہے جو میدان میں آئے؟ یہ آواز حضرت صدیق اکبر کے کانوں میں پڑی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے

[1] "مسند الامام احمد" (۴۳۶/۲)

تھے۔ شیر کی طرح فوراً اٹھے اور اس للکارنے والے شخص کی طرف جانے لگے تاکہ اس کا مقابلہ کریں تو آنحضرت ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ آپ نہ جائیں۔ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ذات سے ہمیں فائدہ دیں۔[1]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے کی باہمی گفتگو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن بدر کی لڑائی میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے لیکن جب مسلمان ہوئے تو (ایک دن) اپنے والد ماجد کے پاس بیٹھے تھے تو اپنے والد سے کہنے لگے: بدر کی لڑائی میں میری نظر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تھی، اس وقت آپ کو نشانہ بنانا میرے لیے بہت آسان تھا، لیکن میں وہاں سے ایک طرف کو ہو گیا اور آپ کو قتل نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، لیکن اگر تم میرے نشانہ پر ہوتے تو میں تجھے نہ چھوڑتا اور ضرور قتل کرتا۔[2]

اللہ تجھے رضوانِ اکبر عطا فرمائے

ایک جماعت کی شکل میں وفد عبدالقیس مدینہ منورہ پہنچا اور نبی کریم ﷺ کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھ گیا، ان کی زبانوں سے حکمت کی باتیں نکلنے لگیں، پھر ان میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کوئی لغو بات کہی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نظر التفات فرمائی اور تعجبانہ انداز میں پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا تم نے وہ بات سنی اور سمجھی جو اس نے کہی ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

[1] "الحاکم" (۳/۴۷۳)

[2] "تاریخ الخلفاء" ص: ۲۴

کہا: جی ہاں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو جواب دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جواب دیا اور اس شخص نے جو بات کہی تھی اس کا رد کیا اور جواب بھی خوب دیا۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور دعا دی: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ تجھے رضوانِ اکبر (کی نعمت) عطا فرمائے۔ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! رضوانِ اکبر سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے بندوں کے لیے عام تجلی فرمائیں گے لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص تجلی فرمائیں گے۔[1]

﴿خدا کی قسم! یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق پر ہے﴾

صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کے لیے یہ امر دشوار گزار ہوا کہ وہ بیت اللہ شریف کی خوشبو سونگھے بغیر ہی مدینہ واپس چلے آئیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوختہ دل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور دریافت کیا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر کہا: تو پھر ہم اپنے دین کے بارے میں کمزوری کیوں اختیار کریں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت اطمینان اور اللہ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے فرمایا: اے شخص! یہ اللہ کے پیغمبر ہیں، اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ ان کے مددگار ہیں، تم آخری دم تک ان کے دامن سے وابستہ رہو، خدا گواہ ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾

---

[1] "المستدرک" (۷۸/۳)

''یعنی ہم نے آپ ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور آنحضور ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے اور پوچھنے لگے: یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہاں۔ (یہ سن کر) ان کا جی خوش ہو گیا اور وہ واپس لوٹ گئے۔[1]

خاندانِ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکات

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی سفر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھیں، جب لوگ مقامِ بیداء میں پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا، اس ہار کی تلاش کے لیے رسول اللہ ﷺ کو ٹھہرنا پڑا، حضور ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ٹھہر گئے جبکہ ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا۔ اسی دوران کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر یہ کہہ دیا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا کام کیا؟ رسول اللہ ﷺ کو بھی روک دیا، لوگوں کے پاس پانی بھی نہیں ہے اور نہ یہاں کوئی چشمۂ آب ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ سے بھرے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ رسول کریم ﷺ ان کی ران پر اپنا سر مبارک رکھے ہوئے ہیں اور گہری نیند سو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھ کر ان کے پہلو میں مارنے لگے اور ان کو یہ کہتے ہوئے ڈانٹنے لگے: تم نے رسول اللہ ﷺ کو محبوس کر دیا، لوگوں کے پاس پانی بھی نہیں ہے اور نہ پہاڑ پر پانی کا کوئی چشمہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عتاب اور ملامت کرنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ میری ران پر سر مبارک رکھے آرام فرما رہے تھے اس لیے میں نے کوئی حرکت نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت بیدار ہوئے۔ اور حال یہ تھا کہ پانی کا نام ونشان نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ سب نے تیمم

---

[1] "سیرۃ ابن ھشام" (۳۲۲،۳۰۸/۲)، "الفتح" (۴۳۹/۷)

کیا۔اس پر اُسید بن الحضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے آلِ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔جس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ کھڑا ہوا تو اس کے نیچے سے وہ ہار مل گیا۔[1]

﴿با کمال لوگ ہی با کمال لوگوں کے مقام کو پہچانتے ہیں﴾

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں گھیرا ہوا تھا جیسے کنگن، کلائی کو گھیرے ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تازہ بتازہ احادیث کی سماعت کر رہے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تشریف لائے سلام کرنے کے بعد کھڑے رہے کہ کوئی جگہ ملے تو بیٹھ جاؤں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہروں کی طرف دیکھا کہ ان میں سے کوئی ان کو جگہ دیتا ہے اور مجلس میں وسعت پیدا کرتا ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے تھے، لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے فرمایا: اے ابوالحسن! یہاں بیٹھیے! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان میں بیٹھ گئے، (یہ منظر دیکھ کر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور خوشی کے آثار چہرۂ انور پر نظر آنے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جھکے اور انہیں آہستہ آواز میں فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! با کمال لوگوں کے مقام کو با کمال لوگ ہی پہچانتے ہیں۔[2]

﴿نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں﴾

ایک روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو ناتواں بدن لے کر بستر پر پڑے سو

---

[1] رواہ "البخاری" (۳۳۴)

[2] "البدایۃ والنھایۃ" (۳۵۹/۷)

گئے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستر مرض پر پڑے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید غم لاحق ہوا، جب گھر واپس لوٹے تو خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں بیمار ہو گئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض سے شفایاب ہوئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرنے تشریف لائے۔ (جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو) ان کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفایاب ہو گئے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عدیم النظیر محبت کا نقشہ کچھ اس طرح سے کھینچا ہے:

مرض الحبیب فعدته　　　فمرضت من اسفی علیه

شُفی الحبیب فزارنی　　　فشفیت من نظری الیه

"میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو میں نے ان کی بیمار پرسی کی، پس میں اس غم کے مارے خود بیمار ہو گیا، پھر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاء حاصل ہوئی تو وہ میری ملاقات کو تشریف لائے تو ان پر نظر پڑتے ہی میں بھی شفایاب ہو گیا۔"[1]

جنت میں داخل ہونے والا پہلا شخص

عین دوپہر کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معراج کے متعلق کچھ بیان فرما رہے تھے تو اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جہاں سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے شوق سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں تاکہ میں بھی اس کو دیکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! تم میری امت کے پہلے شخص ہو جو اس دروازے سے جنت میں داخل ہو گے۔[2]

---

[1] "من وصایا الرسول ﷺ" (۲/۲۹۴)

[2] "الحاکم" (۳/۷۳)

قسم نہ کھاؤ

صبح ہوتے ہی ایک آدمی، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آج رات خواب میں ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور لوگ اسے ہاتھوں میں لے کر پی رہے ہیں، ان میں زیادہ پینے والے بھی ہیں اور کم پینے والے بھی ہیں، پھر میں نے آسمان سے زمین تک لگی ہوئی ایک رسی دیکھی، میں آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے اس (رسی) کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے، پھر آپ ﷺ کے بعد ایک اور آدمی نے اسے پکڑا اور وہ بھی چڑھ گیا، پھر ایک اور شخص نے اسے پکڑا اور اوپر چڑھ گیا، پھر جب ایک اور آدمی نے اسے پکڑا (اور اوپر چڑھنے لگا) تو وہ ٹوٹ گئی لیکن اسے دوبارہ جوڑ دیا گیا اور اس طرح وہ بھی چڑھ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، واللہ! آپ ﷺ مجھے اس کی تعبیر بیان کرنے دیں! آنحضور ﷺ نے فرمایا: اچھا، تم تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: بادل کا وہ ٹکڑا اصل میں اسلام کے بادل کا ٹکڑا ہے، اور اس میں سے ٹپکنے والے گھی اور شہد کی تعبیر قرآن سے ہے جس کی مٹھاس اور نرمی، شہد اور گھی سے مناسبت رکھتی ہے، زیادہ اور کم پینے والے بھی قرآن زیادہ اور کم سیکھنے والے ہیں، اور آسمان سے زمین تک لگی ہوئی رسی وہ حق ہے جس پر آپ ﷺ قائم ہیں، جس کو آپ ﷺ پکڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ آپ ﷺ کو اوپر اٹھا لیں گے، پھر آپ ﷺ کے بعد آنے والا ایک شخص اسے تھامے گا اور اوپر کی طرف چڑھ جائے گا، پھر دوسرا آدمی بھی اسے تھامے گا اور وہ بھی اوپر کی طرف چڑھ جائے گا، لیکن جب اس کے بعد آنے والا شخص اسے پکڑے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی لیکن پھر جوڑ دی جائے گی اور وہ بھی اوپر کی جانب چڑھ جائے گا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے! میں نے درست تعبیر کی یا غلط؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کچھ صحیح

ہے اور کچھ غلط! حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! خدارا! مجھے میری غلطی ضرور بتا دیجیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم نہ کھاؤ۔'' ل

حضور ﷺ کی نظر میں سب سے محبوب شخص

ایک شخص جہاد سے واپس آیا، اس کی رسول کریم ﷺ کے ساتھ عورتوں کی جانب سے کوئی قرابت داری تھی، اس وقت نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تھے، چنانچہ وہ شخص جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کا استقبال کیا اور فرمایا: خوش آمدید، خوش آمدید، صحیح سلامت واپس بھی آ گئے اور غنیمت بھی حاصل کر لی، ہاں، بتاؤ، کس کام سے آئے ہو؟ اس آدمی نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ جو میرے پیچھے بیٹھی ہے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس شخص نے سر ہلاتے ہوئے کہا، میری مراد عورتوں میں سے نہیں ہے بلکہ میں مردوں میں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اس کے والد یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ع

خوشخبری ہو! اللہ کی نصرت آ گئی

غزوۂ بدر کے موقع پر سترہ رمضان المبارک کی صبح، جمعہ کے دن، رسول کریم ﷺ ایک سائبان میں داخل ہوئے، آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ پہنچے، اور کوئی شخص ان کے ساتھ موجود نہ تھا، رسول اللہ ﷺ پروردگار عالم ﷺ سے وعدۂ نصرت کے ایفاء کی دعا کرنے لگے اور دستِ مبارک اٹھا کر یوں عرض گزار ہوئے: ''اے اللہ! اگر آج مسلمانوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر

ل رواہ: ''الترمذی'' رقم (۳۲۹۳)

ع ''المطالب العالیۃ'' (۴/۴۴)

آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔" ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس کو ضرور پورا کرے گا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ طویل قیام فرمانے کے بعد بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کو (اس دوران) اونگھ آگئی۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خوشخبری ہو! اللہ کی نصرت آگئی۔ یہ دیکھو! جبریل علیہ السلام گھوڑے کی لگام پکڑے آرہے ہیں جس کا یہ غبار اڑ رہا ہے۔[1]

﴿میں اپنے رب سے سرگوشی کر رہا تھا﴾

ایک رات حضور اکرم ﷺ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے باہر نکلے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ پست آواز میں نماز پڑھ رہے ہیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ کی نظر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو دیکھا کہ وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بعد ازاں جب وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے تو آنحضور ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میرا گزر تیرے پاس سے ہوا تو میں نے دیکھا کہ تم بڑی پست آواز میں نماز پڑھ رہے تھے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس ذات کو سنا رہا تھا جس کے ساتھ میں سرگوشی کر رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: میرا گزر تیرے پاس سے ہوا تو تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں سونے والے کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور ان کو اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم اپنی آواز کو بلند کرو۔ اور اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم اپنی آواز (قدرے) پست کرو۔[2]

---

[1] "سیرۃ ابن هشام" (۲/۲۷۹)

[2] "النسائی" رقم (۱۱۲۳)

اگر میں کسی کو اپنا خلیل بنا سکتا تو..........

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) اپنی مرض وفات کے دنوں میں سر مبارک پر پٹی باندھ کر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر حمد وثنا بیان کی، پھر نحیف آواز میں فرمایا: لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اپنی جان اور مال کے ذریعہ مجھ پر بہت احسان کیا ہو، اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بنا سکتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیل بناتا، لیکن اسلام کی اخوت سب سے بہتر ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیتے ہوئے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ کے سوا اس مسجد کے تمام دروازے بند کر دو۔[1]

اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تیری مغفرت کرے

(ایک دن) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ربیعہ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان گفتگو چل پڑی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی ناگوار بات کہہ دی، پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرمندگی ہوئی اور حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے، ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم بھی مجھے اس طرح کی بات کہہ دو تاکہ اس کا بدلہ ہو جائے۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم ضرور (اس طرح کی بات) بھی مجھے کہہ دو ورنہ میں تیرے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگوں گا۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑے، ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیے، (راستہ میں) قبیلۂ اسلم کے کچھ لوگ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے۔ وہ کس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے

---

1 رواہ: "البخاری" (۴۶۷)

جا رہے ہیں، حالانکہ خود انہوں نے آپ سے وہ بات کہی تھی جو کہی تھی! حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یہ ثانی اثنین ہیں اور مسلمانوں کی ذی الشیبۃ (سفید بالوں والے) بزرگ ہیں، احتراز کرو! اگر انہوں نے مڑ کر تمہیں دیکھ لیا کہ تم میری حمایت کر رہے ہو تو ناراض ہو جائیں گے اور ان کے ناراض ہونے سے خدا کا پیغمبر ﷺ ناراض ہو جائے گا، پھر ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ ناراض ہو جائیں گے اور نتیجہ یہ ہو گا کہ ربیعہ برباد ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگے: تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مسئلہ ہے؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے مجھے ایک ناگوار بات کہی تھی پھر مجھے کہا کہ تم بھی مجھے ایسا ہی کہہ دو جیسے میں نے تمہیں کہا، تاکہ بدلہ ہو جائے، لیکن میں نے انکار کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم ان سے یوں کہہ دو! اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تیری مغفرت کرے۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تیری مغفرت کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر روتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔[1]

صاحبِ فضل و کمال لوگ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسطح بن اُثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپس کی قرابت داری کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے، لیکن جب مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعۂ افک میں شور مچانے والوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان کی زبان سے کچھ ایسی باتیں نکل گئیں جس

[1] "تاریخ الخلفاء" (۹۲،۹۳)

سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچی اور پھر اللہ جل شانہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت قرآن میں نازل فرمادی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اب میں مسطح پر کبھی کچھ خرچ نہیں کروں گا کیونکہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ایسی باتیں کہی ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النور: ۲۲)

"اور جو لوگ تم میں سے وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: کیوں نہیں! خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری بخشش فرما دے۔ اس کے بعد مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ اخراجات جو پہلے دیتے تھے دینے لگے اور فرمایا: خدا کی قسم! میں اب یہ اخراجات ان سے کبھی نہ روکوں گا۔[1]

﴿میرے صاحب کو میری خاطر چھوڑ دو﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشانی کے عالم میں اپنے تہبند کے کونہ کو پکڑے دوڑے جا رہے تھے۔ اور گھٹنے ظاہر ہو رہے تھے چہرے کا رنگ متغیر تھا اور غم

---

[1] رواہ "البخاری" (۲۶۶۱)

[2] رواہ "البخاری" (۲۶۷۹)

وحزن کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، آنحضرت ﷺ پہچان گئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کوئی بات چل پڑی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے قصور معاف کرنے کی درخواست کی مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ مانے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تیری مغفرت کرے تین بار فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ندامت ہوئی اور فوراً ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے، جب گھر پر نہ ملے تو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، جب قریب ہوئے تو آنحضرت ﷺ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آنکھیں سرخ ہو گئیں حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈر گئے اور فوراً دو زانو ہو کر بیٹھے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم! میں نے ہی ظلم کیا تھا، میں نے ہی ظلم کیا تھا! اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے کہا: تم جھوٹ کہتے ہو، لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان اور مال کے ذریعہ میرے ساتھ ہمدردی کی تو کیا تم (لوگ) میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے؟ (دو مرتبہ فرمایا) پھر اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف نہ دی گئی۔[1]

﴿ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تکلیف نہیں پہنچائی﴾

جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: لوگو! بے شک ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی مجھے تکلیف نہیں دی، پس تم ان کا مرتبہ پہچانو۔ لوگو! میں ان سے راضی ہوں۔[2]

---

۱ رواہ "البخاری" (۳۶۶۱)

۲ "الخلفاء الراشدون" (۳۲)

نیک کاموں پر جنت کی بشارت

نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم میں سے آج کس کا روزہ ہے؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں روزے دار ہوں، حضور ﷺ نے پھر پوچھا: (آج) تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، یارسول اللہ! میں گیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے پھر پوچھا: آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یارسول اللہ! میں نے کھلایا۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر پوچھا: آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے: یارسول اللہ! میں نے عیادت کی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص میں یہ امور جمع ہوں وہ جنت میں داخل ہوگا۔"[1]

یہ بزرگ آخر کیوں روتے ہیں؟

نبی پاک ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے، لوگوں کو ایسا پُر اثر وعظ و نصیحت فرما رہے تھے جیسے ان سے آخری الوداعی گفتگو فرما رہے ہوں۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہیں اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف دیکھ رہے ہیں اس دوران آنحضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا لے لے یا اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ لے لے پس اُس بندہ نے اس چیز کو منتخب کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ (اس پر) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زور زور سے رونے لگے اور آنسو ان کے رخساروں پر بہہ رہے تھے، اس حال میں فرمایا کہ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، لوگ حیران ہوئے اور متعجب ہو کر کہنے لگے: یہ بزرگ آخر کیوں روتے ہیں؟

---

[1] اخرجہ مسلم (۱۰۲۸)

کس چیز نے ان کی خاموشی کو ختم کر دیا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کسی بندے کے متعلق فرما رہے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں کسی کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا تو اس نے آخرت میں اللہ کے حضور ملنے والی نعمتوں کو ترجیح دی، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا ہوا کہ یہ روتے ہیں؟ لیکن لوگ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سب سے زیادہ علم و معرفت رکھنے والے ہیں اور وہ بندے جنہیں اللہ نے دنیا و آخرت میں سے کسی کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا تو انہوں نے اپنے رب کے جوار کو پسند کیا وہ خود نبی مکرم ﷺ ہیں اسی لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے، چند دن نہ گزرے ہوں گے کہ حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ ﷺ کی روح مبارک پروردگار عالم کے جوار میں پہنچ گئی۔[1]

تم صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو

رسول کریم ﷺ کا مرض بڑھ گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہو گئے، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے اپنے کندھے سے کپڑا ہٹایا اور کمزور آواز میں فرمایا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب آدمی ہیں، جب نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو ان پر آہ و بکا کا غلبہ ہو جائے گا اور رونے کی وجہ سے ان کی قرأت بھی سنائی نہیں دے گی اس لیے اگر آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دے دیں تو بہتر ہوگا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اصرار کرتے ہوئے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ حضور ﷺ سے کہو کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے نرم دل انسان ہیں، جب وہ نماز پڑھائیں گے تو ان کے زیادہ

---

[1] رواہ "البخاری" (۳۶۶)، نیز دیکھئے: "المشکاۃ" (۵۹۵۷)

رونے کی وجہ سے لوگ ان کی آواز کو نہ سن پائیں گے، اس لیے اگر آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے لیے فرمادیں تو بہتر ہوگا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کے ساتھ والیاں ہو، جاؤ! ابوبکر سے کہو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنی طبیعت میں کچھ خفت محسوس ہوئی تو آپ اٹھے اور دو آدمیوں کا سہارا لیے زمین پر نشان ڈالتے ہوئے مسجد میں تشریف لے آئے، جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کے آنے کا احساس ہوا تو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے تو حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور حضور ﷺ صف میں کھڑے ہوگئے۔

جب نماز ختم ہوگئی تو حضور اقدس ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو تو تم کیوں نہیں قائم رہے؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عاجزانہ انداز میں سر جھکائے ہوئے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔[1]

تم نے اچھا کیا

نماز کا وقت ہوگیا ہے اور پیغمبر خدا ﷺ گھر میں بیمار ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے: نماز کا وقت ہوگیا ہے، رسول اللہ ﷺ بھی موجود نہیں ہیں تو کیا میں اذان واقامت کہہ دوں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھادیں؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اگر تم چاہو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری یا تیسری بار نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے جب نبی کریم ﷺ کو کچھ خفت محسوس ہوئی تو مسجد تشریف لے آئے، حضور ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ کر فارغ

---

[1] رواہ "البخاری" (۶۷۸، ۶۸۳، ۷۱۳)

ہو چکے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں حضور ﷺ نے پوچھا: تمہیں کس نے نماز پڑھائی؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: تم نے اچھا کیا، بہت خوب، جس قوم میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں پھر اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا امامت کرے۔[1]

آپ ﷺ کی زندگی اور موت کس قدر خوشگوار ہے!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوالی مدینہ میں اپنے گھر استراحت اور بعض اہم کاموں کی انجام دہی کے لیے تشریف لے گئے، ابھی کچھ دیر ہی گزری ہوگی کہ ایک شخص دوڑتا ہوا اور چیختا چلاتا آیا تاکہ ایک غمناک اور المناک خبر سے مطلع کرے، اس نے آکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی خبر دی جس کی دہشت سے ان کے ہوش اڑ گئے، اس نے آنسو بہاتے ہوئے یہ آواز دی کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے ابن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرائے ہوئے باہر نکلے اور اس شخص کو دیکھا جو غم کے آنسو بہا رہا تھا، اور سانس پھولنے کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی، پھر جب اس کا سانس پھولنا بند ہوا تو اس نے بھاری ہونٹوں سے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ (یہ خبر سن کر) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل کانپ اٹھا اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور فوراً مدینہ روانہ ہوئے، اس حادثۂ فاجعہ نے ان کے ہوش و حواس اڑا دیے، اس خبر نے بجلی جیسا اثر کیا، گویا زمین نیچے سے ہل رہی ہو اور پہاڑ ان کے اردگرد موجزن ہوں۔ اس حال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، لوگوں کا ایک مجمع تھا، کوئی بیٹھا تھا اور کوئی کھڑا تھا اور کوئی چیخ و پکار کر رہا تھا، سب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جلیل القدر اور راسخ العقیدہ انسان بھی اپنے حواس کھو بیٹھا تھا، اپنی تلوار نیام

---

[1] "المطالب العالیة" لابن حجر (۴/۳۳) وعزاہ لاحمد بن منیع فی "مسندہ"

سے نکالی اور بلند آواز میں کہا: جو شخص کہے کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو اپنی ہیجانی حالت میں چھوڑ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کو گھر کے گوشہ میں ایک دیوار کے نیچے ڈھانکا ہوا ہے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر یمنی چادر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی جانب جھکے اور چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور الوداعی بوسہ لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشک کی سی خوشبو محسوس ہوئی، پھر فرمایا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کی زندگی اور موت دونوں کس قدر خوشگوار اور پاکیزہ ہے'' اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، پاؤں وزنی ہو رہے تھے اور پنڈلیوں میں کمزوری کے باعث طاقت نہیں تھی کہ وہ آپ کے نحیف جسم کو اٹھائیں اور آپ گھر سے باہر اس جگہ پہنچے جہاں لوگ جمع تھے، اس مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ سن لے) کہ محمد ﷺ کی وفات ہو گئی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہیں اور ان کو موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے، اور جو شخص الٹا پھر بھی جائے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالیٰ جلد ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو۔''[1]

---

[1] ''البدایۃ'' (۵/۲۴۳، ۲۴۴)

﴿حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدکار عورتوں کو سزا دینا﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پھیلتے ہوئے کندہ اور حضر موت تک پہنچی تو وہاں کے فاسقوں اور منافقوں نے جشن منایا اور سانپ (کفار) اپنی بلوں سے نکل آئے اور کچھ عورتیں نمودار ہوئیں جو خوشی کا اظہار کر رہی تھیں، ان عورتوں نے اپنے ہاتھ مہندی سے رنگے اور دف بجاتی ہوئیں باہر نکل آئیں۔ یہ حالت دیکھ کر ایک غیرت مند مسلمان کھڑا ہوا اور اس نے اس منافقانہ سرکشی کے خلاف عملی اقدام اٹھاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ ایک پیغام بھیجا جس میں اس نے یہ اشعار لکھے:

ابلغ ابابکر اذا ما جئتہ ۔۔۔ ان البغایا رُمن ای مرام

اظھرن من موت النبی شماتۃ ۔۔۔ خضبن ایدیھُن بالعلام

فاقطع ھُدیت اکفھن بصارمٍ ۔۔۔ کالبرق اومض من متون غمام

"ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر یہ پیغام پہنچاؤ کہ یہاں بدکار عورتوں نے تہمتیں لگائی ہیں ان عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاتھ مہندی سے رنگے ہیں خدا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توفیق دے، آپ ان کے ہاتھ تیز تلوار سے کاٹ دیں۔ جیسے بجلی آسمان پر چمکتی ہے۔"

یہ پیغام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بجلی بن کر گرا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا متواضع انسان آتش فشاں پہاڑ بن گیا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے شمشیر بے نیام بن گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اپنے گورنر کو یہ حکم بھیجا کہ وہ جا کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتقام لیں، چنانچہ انہوں نے ان عورتوں کو جمع کیا اور ان کے ہاتھ کاٹ دیے۔[1]

---

[1] "عیون الاخبار" (۱۱۶/۳)

﴿جس شخص میں یہ تین صفات جمع ہوں﴾

سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کا ازدحام تھا اور معاملہ پیچیدہ ہوتا جارہا تھا، ہر طرف سے جوش دار آوازیں اور جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ انصار کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک میان میں دو تلواریں ٹھیک نہیں ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑا اور لوگوں سے یہ سوال کیا، تاکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ سب کو معلوم ہو، بتاؤ! یہ تین صفات کس میں موجود ہیں؟ پہلی صفت یہ کہ "إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ" میں صاحب سے کون مراد ہیں؟ سب نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا، بتاؤ "إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" میں "هُمَا" (وہ دونوں) سے کون مراد ہیں؟ سب نے کہا کہ اس سے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا کہ "إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" سے کیا مراد ہے، بتاؤ! اللہ کن کے ساتھ ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جس کا جی یہ چاہتا ہو کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے بڑھے؟ سب کہنے لگے، ہم خدا کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے بڑھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، (یہ دیکھ کر) سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بہت خوب بیعت کی۔[1]

---

[1] "فضائل الصحابة" للنسائي (٥٦)، الحاكم (٣/٦٧)

﴿حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا خطاب﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرماتے اور گھبراتے ہوئے منبر نبوی ﷺ کی جانب بڑھے، پس و پیش کرتے ہیں، پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، پھر دوسری سیڑھی پر چڑھے، پھر تیسری سیڑھی پر پہنچے تو کپکپائے اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کے مقام پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھ رہے تھے، اپنے ہاتھ سے آنسوؤں کا سیل رواں صاف کیا، پھر لوگوں کے ایک عظیم مجمع کی طرف رخ کیا، خلافت کی اہم ذمہ داری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر کے سامنے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لوگو! مجھے تم پر والی مقرر کیا گیا ہے جبکہ میں تم سے زیادہ بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ یاد رکھو! جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق وصول کرلوں اور جو تم میں طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق وصول کرلوں۔ تم میری اطاعت کرنا جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ اگر میں نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔[1]

﴿صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ قتال کا فیصلہ﴾

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح اطراف عالم میں پھیل گئی حتیٰ کہ مدینہ کے منافقین نے اس خبر کو بڑی دلچسپی سے سنا اور ان کے اصل روپ سامنے آگئے اور حقیقت سے پردہ اٹھنے لگا اور دہشت انگیز افواہیں اڑنے لگیں اور منافقین جمع ہونے لگے، ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی، ہر طرف سرکشوں اور باغیوں نے فتنہ و فساد برپا کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین و انصار کو جمع

---

[1] "الطبقات الکبریٰ" (۳/۱۳۳، ۱۲۸)، "الکنز" (۵/۶۰۷، ۶۰۸)

کیا اور ان سے مشورہ لیا اور فرمایا: عرب کے لوگوں نے (زکوۃ میں) اپنے اونٹ اور بکریاں دینے سے انکار کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ آدمی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی تھی وہ وفات پا گیا ہے، اب تم مجھے مشورہ دو، میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ان سے نماز قبول کی جائے اور زکوۃ ان کے لیے چھوڑ دی جائے کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت کے قریب ہیں (یعنی نومسلم ہیں)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو محسوس ہوا کہ یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر مطمئن ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد بآواز بلند اپنے جذبۂ ایمانی کا اظہار کرتے ہوئے اور نحیف الجسم ہونے کے باوجود حملہ آور شیر کی طرح گرج دار آواز میں فرمایا: خدا کی قسم! میں اس وقت تک ایک حکم الٰہی پر قتال کرتا رہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائیں اور ہم میں سے قتال کرنے والا قتال کرتے ہوئے شہید ہو جائے اور جنت کا مستحق ہو جائے اور ہم میں سے زندہ بچنے والا خلیفہ ہو کر زمین کا مالک بنے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی بھی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، نہ دیں گے تو میں اس پر ان سے ضرور قتال کروں گا، اگرچہ ان کے ساتھ شجر و حجر اور سارے جن و انس مل کر لڑیں! (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! میں جان گیا کہ یہ بات حق ہے۔[1]

﴿نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تم سواری سے اترو گے﴾

ایک نو عمر سپہ سالار اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے سیاہی مائل سفید گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہیں، اور شیر کی طرح نظر آ رہے ہیں، دل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہے اور ایمان رگ و ریشہ میں سرایت کیا ہوا ہے، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وقار انداز میں دوڑتے ہوئے مقام جرف میں پہنچ گئے اور لشکر کے

[1] "البدایۃ والنہایۃ" (۶/۳۱۱)، "الکنز" (۱۴۶۳)

ایک ایک سپاہی سے ملنے لگے اور ان کا جائزہ لینے لگے، پھر ان نو عمر قائد لشکر کے پاس پہنچے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں مبارک ریت میں دھنستے جا رہے تھے اور گھوڑوں کے سم مٹی اور گرد کو اڑا رہے تھے تو شیر کے اس بچہ کو خلیفۃ المسلمین پر رحم آیا اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! خدا کی قسم! آپ سوار ہو جائیں ورنہ میں سواری سے نیچے اتر آؤں گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم! نہ تم نیچے اترو گے اور خدا کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اگر اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر کے لیے میرے قدم غبار آلود ہو گئے تو کیا ہوا!۔

کپڑا فروش

صبح سویرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سر پر کپڑوں کا انبار اور کپڑوں کے تھان اٹھائے گھر سے نکلے اور بڑی مستعدی اور نشاط کے ساتھ بازار کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے تھے کہ (راستے میں) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان پر نظر پڑ گئی، وہ دونوں ان کا راستہ کاٹتے ہوئے دوڑے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو زور سے آواز دی: اے خلیفۂ رسول اللہ! کہاں جا رہے ہیں؟

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر پر لادے ہوئے کپڑوں کے اس انبار کے نیچے سے جھانکتے ہوئے کہا: بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بازار جا کر کیا کرو گے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعجب ہو کر جواب دیا: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کپڑوں کو بیچوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: لیکن اب تو ایک چیز نے آپ کو مشغول کر دیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خاموش رہے پھر فرمایا: تمہاری مراد خلافت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جی ہاں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب خیز انداز میں پوچھا: اے ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! پھر میں

لے "البدایۃ والنہایۃ" (۶/۳۰۳،۳۰۵)

اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم بیت المال سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کچھ مقرر کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس بات کو منظور کیا اور بازار تشریف نہیں لے گئے۔[1]

ام ایمن کا رونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کے دل حزن و ملال سے لبریز ہو گئے اور چہروں پر پریشانی اور اداسی ظاہر ہونے لگی: اس غم خیز فضاء سے نکلنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ چلو! ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلتے ہیں، ان کی زیارت کرتے ہیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ جب وہ دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے تو (دوران ملاقات) ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں، انہوں نے پوچھا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر و نعمت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت بہتر ہے؟ کہنے لگیں: میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہے، میں تو اس بات پر رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کے آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ (ام ایمن کی) اس بات نے ان کو بھی رونے پر برانگیختہ کر دیا، چنانچہ وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔[2]

شاتم شیخین رضی اللہ عنہما کا انجام

کچھ لوگ سفر پر نکلے تو ان میں کا ایک آدمی، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی

---

[1] "الخلفاء الراشدون" ص ۶۲

[2] "مشكاة المصابيح" (۵۹۶۷/۳)

اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے لگا لوگوں کو اس پر غصہ آیا اور اس کو تنبیہ کی کہ باز آو! کیا تم رسول اللہ ﷺ کے دو وزیروں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو؟ لیکن وہ شخص باز نہ آیا اور گالیاں دیتا رہا اور حضرات شیخین کی شان میں نامناسب الفاظ بولتا رہا۔ کچھ ہی دیر کے بعد اس شخص کو بیت الخلا میں جانے کی ضرورت پیش آئی، جب وہ بیت الخلاء میں پہنچا تو شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کے جھنڈ نے اس پر حملہ کر دیا، وہ اس کو ڈسنے لگیں اور کاٹنے لگیں، وہ چیختا ہوا فریاد کرنے لگا، لوگ بھاگتے ہوئے گئے تاکہ اس کی کچھ مدد کریں، لیکن جو بھی اس کے قریب ہوتا وہ بھڑیں اس پر حملہ آور ہو جاتیں۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور دور سے اس کو دیکھتے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی ان مکھیوں اور بھڑوں نے اس کا جسم چھلنی چھلنی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا اس طرح دفاع کرتا ہے[1]

﴿تم نے احتیاط پر عمل کیا﴾

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما انتہائی تواضع وانکساری کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضور ﷺ کی باتیں ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا، میں رات کے اول حصہ ہی میں وتر پڑھتا ہوں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نظر التفات فرمائی اور ان سے بھی یہی پوچھا: تم کب وتر پڑھتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتا ہوں، اس پر آنحضرت ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم نے احتیاط پر عمل کیا اور انہوں نے (مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قوت پر عمل کیا[2]

---

[1] "فضائل الصحابة" رقم (۲۲۴)

[2] رواه "ابو داؤد" رقم (۱۴۳۴)

ایک چور اور اس کی سزا

لوگوں نے ایک چور کو پکڑا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ لوگوں نے حیران ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے صرف چوری کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو، لوگوں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے صرف چوری کی ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

چند دن گزرے تو اس شخص نے پھر چوری کی تو اس کا ایک پاؤں کاٹ دیا گیا، پھر اس نے عہد صدیقی میں تیسری بار چوری کی تو اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا گیا، اس کے بعد اس نے پھر چوتھی بار چوری کا ارتکاب کیا تو اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دیا گیا، اس طرح اس کے سارے ہاتھ پیر کٹ گئے، لیکن اس کے بعد اس نے پانچویں مرتبہ پھر چوری کا ارتکاب کیا! تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس شخص کو زیادہ جانتے تھے جس وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کو قتل ہی کر دو، پھر حضرت ابوبکر نے اس چور کو قتل کے لیے قریش کے چند نوجوانوں کے حوالہ کر دیا۔ جنہوں نے اس کو پھر قتل کر دیا[1]

افضل کون؟

کوفہ اور بصرہ کے کچھ لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنے مدینہ منورہ آئے، یہاں پہنچ کر آپس میں بحث کرنے لگے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں افضل کون ہے؟ بعضوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل قرار دیا اور بعضوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل قرار دیا، ان میں ایک شخص جارود بن المعلیٰ بھی تھے ان کا خیال یہ تھا

---

[1] رواہ "النسائی" (۴۸۹۱)

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت وفوقیت دیتے تھے اور ان کو اپنے اس کوڑے سے مارنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص ان کے پاؤں پکڑ کر اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ جارود کہنے لگے، اے امیر المؤمنین! ہوش میں آیئے! ہوش میں آیئے! اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ہمیں دیکھے کہ ہم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس معاملہ میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں اور اس مسئلہ میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں! (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ دور ہوا اور واپس چلے آئے، جب شام ہوئی تو منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: خبردار! خدا کے پیغمبر ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین آدمی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو شخص اس کے بعد کسی اور کو افضل کہے گا تو وہ جھوٹ گھڑے گا اور اس کی وہی سزا ہوگی جو ایک افتراء پرداز کی ہوتی ہے۔[1]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے............

جب حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے امیر بنے تو ان کا معمول تھا کہ جب بھی خطبہ پڑھتے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے پھر حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی دعا کرتے، ہر جمعہ ان کا یہی معمول تھا، ایک دن ایک آدمی جن کا نام ضبہ بن محصن تھا، کو ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول ناگوار ہوا اور اس نے سخت لہجہ میں ان سے کہہ دیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہوتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیں؟ اس پر ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہوئے اور

[1] "الخلفاء الراشدون" ص ۴۶

انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ ضبہ بن محصن میرے ساتھ میرے خطبہ کے بارے تعرض کرتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ اس آدمی کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ضبہ بن محصن مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کرے کہ تیری جگہ تنگ ہو اور اہل نہ رہے (یعنی بددعا دی)۔ ضبہ نے کہا: وسعت اور کشادگی تو اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں اور باقی رہے اہل تو میرا کوئی مال واولاد نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلاوجہ اور بلاقصور میرے شہر سے کیوں بلایا، میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہارا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کس بات کا جھگڑا ہے؟ ضبہ نے کہا: امیر المؤمنین! اچھا اب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتاتا ہوں، ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی خطبہ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف بھیجنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کرتے ہیں، پس اس بات نے مجھے برافروختہ کیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہوتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت اور فوقیت دیں؟ مگر انہوں نے فوراً آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری شکایت کر دی۔ (یہ سنتے ہی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے، آنسو ان کے رخساروں پر بہنے لگے، فرمایا کہ خدا گواہ ہے کہ تم ان سے زیادہ رشد و ہدایت رکھنے والے اور ان سے زیادہ توفیق والے ہو۔ کیا میرا قصور کوئی معاف کرنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ تیرا قصور معاف فرمائے۔ ضبہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصور معاف فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: خدا گواہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن، عمر اور عمر کے خاندان سے زیادہ افضل ہے۔[1]

---

[1] "الرقۃ والبکاء" "لابن قدامۃ المقدسی" ص ۱۵۴، ۱۵۵

﴿اس تیر نے میرے بیٹے کو شہید کردیا﴾

طائف کی لڑائی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ کو تیر لگا جس سے وہ شہید ہوگئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے بیٹی! عبداللہ کی شہادت میرے نزدیک بکری کے کان کی مانند ہے جو گھر سے نکال دی گئی ہو (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد اس مصیبت کو کم جتانا تھا) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں، اللہ کا شکر ہے جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر کرنے کی طاقت دی اور ہدایت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد فرمائی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے پھر گھر تشریف لائے اور فرمایا: اے بیٹی! شاید کہ تم نے عبداللہ کو دفن کردیا ہو، جبکہ وہ زندہ ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابا جان! ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غمزدہ ہوکر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی جو سمیع وعلیم ہے پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کی حرکتوں سے۔ پھر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اے بیٹی! کوئی شخص ایسا نہیں جس کے لیے اثر نہ ہو، ایک تو فرشتہ کا اثر اور دوسرا شیطان کا اثر (وسوسہ)۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ثقیف کا وفد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تیر جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا، ان کو دکھایا اور پوچھا، تم میں سے کوئی اس تیر کو پہچانتا ہے؟ بنو عجلان کے آدمی سعد بن عبید بولے: ہاں، اس تیر کو میں نے تراشا تھا اور اس پر پر لگایا اور اس کو تانت سے باندھا اور میں نے ہی اس کو چلایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اسی تیر نے میرے بیٹے کو شہید کیا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیرے ہاتھ سے اس کو عزت دی اور شہید ہوا اور تم کفر کی حالت میں مرو گے، کیونکہ وہ بہت خوددار ہے۔[1]

---

[1] "الحاکم" (۳/۴۷۷)

﴿مجھ سے بدلہ لے لو﴾

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا کہ زکوٰۃ کے اونٹ لوگوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ جب اونٹ لائے گئے تو فرمایا کہ کوئی شخص بغیر اجازت کے میرے پاس نہ آئے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ لگام لے لو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اونٹ عطا کر دیں۔ وہ آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا، اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اونٹوں کے باڑے کے اندر گئے ہیں تو یہ بھی ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی کو اپنے پاس موجود پایا جس کے ہاتھ میں لگام بھی ہے، اس کو فرمایا کہ تم ہمارے پاس کس لیے آئے ہو؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے وہ لگام پکڑی اور اس لگام سے اس کو مارا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو اس شخص کو بلایا اور اس کو اس کی لگام واپس دے دی اور فرمایا کہ تم مجھ سے بدلہ لے لو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے، خدا کی قسم! نہ یہ شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدلہ لے گا اور نہ اس عمل کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنت کا درجہ دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر مجھے بتاؤ کہ قیامت کے دن اللہ کی پکڑ سے مجھے کون بچائے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کو راضی کر لو، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے لیے سواری کا ایک اونٹ، کجاوہ چادر سمیت دینے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ پانچ دینار بھی دیئے اور اس کے ذریعہ اس کو راضی کیا۔ وہ آدمی راضی خوشی گھر واپس آیا اور وہ پھولے نہ سما رہا تھا۔[1]

﴿اس بیچارے پر رحم کرو﴾

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور ان کی پاکیزہ روح،

---

[1] "السنن الکبریٰ" (۸/۴۹)، "الکنز" (۱۴۰۵۸)

قربِ خداوندی کے اُنس کو محسوس کر چکی تھی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دین جدید، دین اسلام، کے جب گن گانے شروع کیے تو کفر کے سرداروں کو اس کا پتہ چلا، انہوں نے ان کی آواز سنی جس سے نورِ حق نمایاں ہو رہا تھا تو انہوں نے حضرت بلالؓ کی گردن میں طوق اور زنجیریں ڈالیں اور مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان گھمایا پھرایا اور ان کو تپتی ریت پر بھی ڈالا پھر ایک بڑا پتھر لائے جوان کے سینے پر رکھ دیا کہ شاید یہ اپنے معبودوں کی طرف لوٹ آئے لیکن اس سے ان کے دینی تصلب میں اضافہ ہی ہوا اور خدا کے دین کی محبت ان کے دل میں مزید پیدا ہوئی، اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے "احد، احد" ہی کے الفاظ نکل رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ سخت سلوک کر رہے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف سے کہا کہ خدا کا خوف کرو! اس بیچارے کو کیوں اذیت پہنچا رہے ہو؟ اور اس کو کب تک تکلیف دیتے رہو گے؟ امیہ بن خلف نے کہا کہ تم نے ہی اس کو بگاڑا ہے لہٰذا تم ہی اس کو اس مصیبت سے خلاصی دلاؤ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نو اوقیہ چاندی کے عوض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیا اور انہیں اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوئے۔ اس کے بعد امیہ نے از راہِ تمسخر کہا کہ ہاں اس کو لے لو، لات و عزیٰ کی قسم! اگر تم ایک اوقیہ چاندی کے عوض بھی لینا چاہتے تو میں اس کو بیچ دیتا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کے لیے سو اوقیہ چاندی بھی دینی پڑتی تو میں ضرور دیتا۔[1]

﴿اسی چیز نے مجھے رُلایا﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وقار انداز میں بیٹھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محوِ گفتگو تھے کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی پلاؤ! غلام کچھ دیر کے بعد مٹی کے ایک برتن میں پانی لایا، حضرت صدیق

[1] "الحلیة" (۱/۱۴۸)، و "رجال حول الرسول ﷺ" ص ۸۲

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے برتن کو پکڑا اور پیاس بجھانے کے لیے اپنے منہ کے قریب کیا ہی تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ برتن تو شہد سے بھرا ہوا ہے جس میں پانی بھی ملا ہوا ہے اور اس میں صرف شہد نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ برتن رکھوا دیا اور وہ پانی ملا شہد نہیں پیا۔ پھر غلام کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ غلام گھبراتے ہوئے بولا: شہد ہے۔ پانی ملا شہد۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برتن کی طرف غور سے دیکھنے لگے، چند لمحات ہی گزرے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہچکیاں باندھ کر رونے لگے، روتے روتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اور بلند ہوگئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شدید گریہ طاری ہوگیا۔ لوگ متوجہ ہوئے اور تسلی دینے لگے: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے خلیفۂ رسول! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر شدید کیوں رو رہے ہیں؟ ہمارے ماں باپ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا ہوں! آخر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سسکیاں بھر کر کیوں رو رہے ہیں؟ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رونا بند نہ کیا بلکہ آس پاس کے تمام لوگ بھی رونے لگے اور رو رو کر خاموش بھی ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل روتے جا رہے ہیں! جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو ذرا تھمے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رونے کا سبب پوچھا کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے خلیفہ رسول ﷺ! یہ رونا کیسا ہے؟ آخر کس چیز نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رُلایا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کپڑے کے کنارے سے آنسو پونچھتے ہوئے اور اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے فرمایا: میں مرض الوفات کے ایام میں نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھا تو میں نے آنحضور ﷺ کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز دور کر رہے ہیں لیکن وہ چیز مجھے نظر نہیں آ رہی تھی، آپ ﷺ تھکی ہوئی کمزور آواز میں فرما رہے تھے کہ مجھ سے دور ہو جاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ، میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نظر

نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کسی چیز کو اپنے سے ہٹا رہے تھے جبکہ آپ ﷺ کے پاس کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے پہلے اپنے آپ کو حوصلہ دیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، یہ درحقیقت دنیا تھی جو اپنی تمام آرائش ونعمت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی، میں نے اس سے کہا کہ دور ہو جا، دور ہو جا! پس وہ یہ کہتی ہوئی دور ہو گئی کہ اگر آپ نے مجھ سے چھٹکارا پا لیا تو کیا ہوا! جو لوگ آپ ﷺ کے بعد آئیں گے وہ مجھ سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پریشانی میں اپنا سر ہلایا اور غم زدہ آواز میں فرمایا: لوگو! مجھے بھی اس شہد ملے پانی کی وجہ سے ڈر لاحق ہوا کہ کہیں اس دنیا نے مجھے آ گھیرا نہ ہو، اسی لیے میں سسکیاں بھر کر رو پڑا۔

﴿سب سے پہلے کون مسلمان ہوا؟﴾

علم کا میدان اور علماء کی مجلس سجی ہوئی تھی کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کیا آپ نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار نہیں سنے:

إذا تذكرت شجواً من أخ ثقة ... فاذكر أخاك أبابكر بما فعلا

خير البرية أتقاها وأعدلها ... إلا النبيّ وأوفاها بما حملا

والثاني التالي المحمود مشهده ... وأول الناس منهم صدق الرسلا

"جب تم رنج کی وجہ سے کسی بھائی کا ذکر کرو تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارناموں کو یاد کرو، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کے بعد ساری مخلوق میں سب سے اچھے، سب سے زیادہ پرہیزگار اور عدل کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ وعدہ پورا

ل "الحلیۃ" (۳۰/۱)

کرنے والے ہیں، قرآن میں ان کو ثانی اثنین کہا گیا اور ان کی حاضری کی تعریف کی گئی، اور وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔"[1]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: آپ نے سچ فرمایا، آپ نے سچ فرمایا۔

﴿اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم عتیق من النار ہو﴾

عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی والدہ ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہنے لگیں کہ میرے والد آپ کے والد سے افضل ہیں؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں کہ کیا میں تمہارے درمیان فیصلہ نہ کر دوں؟ پھر فرمایا کہ (ایک دن) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اسی دن سے ان کا نام "عتیق" ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی (ایک دن) حضور ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آنحضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنی زندگی کے دن پورے کر چکے ہیں۔[2]

﴿صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے گرامی﴾

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیا، جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ ہم سے مشورہ نہ لیتے تو ہم نہ بولتے۔ رسول

[1] ....

[2] "المطالب العالية" لابن حجر (۳۶/۴)

اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان امور میں جن کے متعلق میری طرف وحی نہ کی گئی ہو، تمہاری طرح ہوں، چنانچہ سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے دی۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میری رائے وہی ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہے۔ اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کو آسمان کے اوپر ناپسند ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلطی کا ارتکاب کریں۔[1]

اے اُحد! تیرے اوپر ایک نبی ﷺ اور ایک صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہے

نبی اکرم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، اچانک پہاڑ ہلنے لگا اور بہت زور سے ہلنے لگا تو رسول کریم ﷺ نے اپنا پاؤں مارا اور فرمایا: اے اُحد! رُک جا! اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ﷺ، ایک صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دو شہید موجود ہیں۔[2]

صدیق تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دو شہیدوں سے مراد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

خدا کی شمشیرِ بے نیام کا اسلام لانا

حضرت خالد بن الولید نے جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا تو انہوں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ جیسے وہ خشک اور قحط زدہ زمین میں ہیں پھر وہاں سے نکل کر کشادہ سرسبز و شاداب زمین میں پہنچے ہیں۔ آپ کہنے لگے کہ یہ ایک خواب ہے۔ پھر جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو (دل میں) کہا

---

۱ "مجمع الزوائد" (۹/۴۹) وقال: رجاله ثقات، وله شواهد.

۲ رواه "البخاري" (۳۶۸۶)

کہ میں یہ خواب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضرور بیان کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس جگہ تم آئے ہو یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے آپ کو اسلام کی ہدایت بخشی ہے اور خشک وقحط زدہ علاقہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں تم شرک کے ساتھ موجود تھے۔[1]

﴿عورتیں، گھوڑوں کو طمانچے مار رہی تھیں﴾

حضور نبی کریم ﷺ عام الفتح کو جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے کفار کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنیوں سے گھوڑوں کے چہروں پر طمانچے مار رہی ہیں، آپ ﷺ مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اشعار کہے تھے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً وہ اشعار سنائے، جو یہ ہیں:

ثکلت بنیّتی ان لم تروھا — تثیر النقع من کنفی کداء

یبارین الاعنّة مصعدات — علی اکتافھا الاسل الظماء

تظل جیادنا متمطرات — تلطمھن بالخمر النساء

"میں اپنی اولاد کو روؤں اگر تم لشکر کو کداء کے دونوں کناروں سے گرد اڑاتے نہ دیکھو، اونٹنیاں جو مہاروں میں ناز کرتی بلند زمین پر چڑھتی جاتی ہیں ان کے بازوؤں پر پیاسے نیزے رکھے ہیں، ہمارے گھوڑے برستے بادل کی طرح رواں ہیں اور بیبیاں اوڑھنیوں سے ان کے منہ پر طمانچے مارتی ہیں۔"[2]

(یہ سن کر) حضور نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے۔

---

[1] "الخلفاء الراشدون" (۳۱)

[2] "الحاکم" (۷۲/۳) وصححہ.

﴿والی کا اجتہاد﴾

جب بیعتِ خلافت ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رنج وغم کی حالت میں اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے ہی مجھے اس بلا میں پھنسایا، پھر فرمایا کہ لوگوں میں فیصلہ کرنا بہت دشوار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تسلی دی اور کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد معلوم نہیں، کہ والی اور حاکم اگر اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کے لیے اس فیصلہ میں دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔[1]

﴿حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کو ادب سکھاتے ہیں﴾

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھے ہیں اور اپنی زبان کا کنارہ پکڑے ہوئے گویا کہ اس زبان کو ادب سکھا رہے ہوں! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل پر بہت تعجب ہوا اور پوچھنے لگے: اے خلیفۂ رسول ﷺ! یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کر رہے ہیں؟ اپنی زبان کو کیوں سزا دے رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استغفار کرتے ہوئے فرمایا: اسی زبان نے تو مجھے تباہی کی جگہوں پر پہنچایا ہے۔[2]

---

[1] "الکنز" (۱۴۱۱۰)، (۵/۶۳۰)

[2] "الزھد" للامام احمد (۱۱۲)

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلافت کے مستحق ہیں

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو ابوسفیان، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور غصہ سے کہا کہ کیا امر خلافت، قریش کے کم درجہ اور کم حیثیت فرد کو سونپ دیا گیا؟ ان کی مراد حضرت ابوبکر تھی۔ پھر اس نے تیز زبانی سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو ان کے مقابلہ میں گھوڑوں اور جوانوں کو جمع کر دوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! تم نے ایک عرصہ تک اسلام اور اہل اسلام سے عداوت رکھی مگر اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، ہم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس (خلافت) کا اہل پایا ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقویٰ

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا، وہ غلام کام کاج کر کے غلہ اور آمدنی لاتا تھا، ایک دن یہ غلام کچھ طعام لے کر آیا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ طعام کھا لیا۔ بعد ازاں وہ غلام کہنے لگا کہ جب بھی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانا لاتا ہوں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور پوچھتے ہیں کہ یہ تم کہاں سے لائے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ مجھے تو بھوک لگی تھی، اچھا! بتاؤ یہ کھانا کہاں سے لائے تھے؟ غلام نے کہا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی کی فال نکالی تھی، مجھے فال نکالنے کا فن اچھا تو نہیں آتا تھا، بس میں نے اس کو دھوکہ دیا، آج وہ آدمی مجھ سے ملا اور اس نے (بطور صلہ کے) یہ کھانا مجھے دیا اور اس نے بتایا کہ تمہاری فال درست نکلی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ سے

---

[1] "الحاکم" (۷۸/۳)

فرمایا کہ تو نے تو مجھے ہلاک ہی کر دیا تھا، پھر اپنا ہاتھ حلق میں ڈالا اور قے کر دی، (اس طرح) جو کچھ کھایا تھا سارا نکال دیا۔[1]

کسی نے پوچھا کہ ایک لقمہ کی وجہ سے سارا کھانا ہی نکال دیا؟ فرمایا کہ ہر وہ جسم جو اکل حرام سے پرورش پایا ہو دوزخ کی آگ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے' اس لیے مجھے خطرہ ہوا کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ پرورش پائے۔[2]

افضل البشر بعد الانبیاء

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے چلے جا رہے تھے، اثنائے راہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے آگے چلنے لگے، حضور اقدس ﷺ کی نظر پڑی تو معاتبانہ اور ناصحانہ انداز میں فرمایا: ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم ایسے آدمی کے آگے چل رہے ہو کہ نبیوں کے بعد اس سے افضل آدمی پر کبھی سورج طلوع نہیں ہوا۔ یہ ارشاد نبوی ﷺ سنتے ہی ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے عمل سے حیا آئی اور ان کی آنکھیں افسوس کی وجہ سے آنسوؤں سے چھلکنے لگیں، پھر اس کے بعد ان کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ہی چلتے دیکھا گیا۔[3]

اے اللہ! مدینہ کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دے

جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے، ان کو سخت بخار ہو گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عیادت کے لیے آئیں پوچھا: ابا جان! کیا حال ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

---

[1] "البخاری" (۳۸۴۲)

[2] "الحلیة" (۱/۳۱)

[3] "مجمع الزوائد" (۴۶/۴)

كـل امـرئ مـصـبـح فـي اهـلـه　　　والـمـوت أدنى من شراك نعله

"ہر آدمی اس حالت میں اپنے اہل و عیال میں صبح کرتا ہے کہ موت
اس کے جوتے کے تسمہ سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔"

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور آنحضور ﷺ کو صدیق اکبر کے حال سے باخبر کیا تو حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! جیسے ہم کو مکہ سے محبت ہے اسی طرح بلکہ اس بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے اور اس کی آب و ہوا کو درست کر دے اور ہمارے مُدّ اور صاع (پیمانے) میں برکت پیدا فرما، اور اس (مدینہ) کے بخار کو یہاں سے منتقل کر کے جحفہ (مقام) پہنچا دے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نواسہ رسول ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر چلے آ رہے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک جانب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے، اسی اثناء میں ان کا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزر ہوا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو آپ (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جلدی سے ان کو اٹھایا اور اپنے کندھے پر سوار کر لیا اور بار بار یہ جملہ ادا کرنے لگے:

بابي شبيه بالنبي　　ليس شبيها بعلي

"میرا باپ فدا ہو، یہ حسن نبی ﷺ کے مشابہ ہے، علی کے مشابہ نہیں ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنس رہے تھے۔[2]

---

[1] "البخاری" (۵۶۷۷)

[2] "مسند الامام احمد" (۸/۱)، و "مستدرک الحاکم" (۱۶۸/۳)

کنواری اور خاوند دیدہ

ہجرت سے کچھ پہلے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آنحضور ﷺ کا حال معلوم کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں تو آنحضور ﷺ کو تنہا پا کر ترسیدہ ہوئیں، عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کس سے کروں؟ انہوں نے کہا کہ اگر چاہیں تو کنواری سے فرمالیں اور چاہیں تو خاوند دیدہ سے فرمالیں! حضور ﷺ نے پوچھا کہ کنواری کون ہے اور خاوند دیدہ کون ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کنواری تو اس شخص کی بیٹی جو آپ ﷺ کو ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے یعنی عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور خاوند دیدہ سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں چنانچہ آنحضور ﷺ نے کنواری اور خاوند دیدہ دونوں سے شادی فرمائی۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عقبۃ بن ابی معیط

ایک مرتبہ حضور ﷺ بیت اللہ شریف میں بیٹھے اپنے رب کی عبادت میں مصروف تھے کہ خدا کا دشمن عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے کپڑے کو اچھی طرح بل دیا اور پھر حضور ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال کر بہت سخت بھینچا قریب تھا کہ آپ ﷺ اس کی وجہ سے وفات پا جائے، کسی کو جرأت نہ ہو رہی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو اس اذیت سے بچائے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔ انہوں نے اس دشمن خدا اور رسول ﷺ کو کندھوں سے پکڑ کر دفع کیا اور فرمایا کہ کیا تم ایک ایسے آدمی کو قتل کرو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔[2]

---

[1] "الحاکم" (۳/۷۳) وصححہ.

[2] رواہ "البخاری" (۳۸۵۶)

اللہ نے ان کا نام "صدیق" رکھا

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اپنے ہم مجلس ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اپنے اصحاب کے متعلق کچھ بیان کریں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میرے اصحاب ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ بتائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوش گوار سانس لیتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے شخص ہیں کہ اللہ نے ان کا نام بزبان جبریل علیہ السلام "صدیق" رکھا۔[1]

تین چاند

ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محو خواب تھیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا جیسے ان کے حجرہ میں تین چاند آ کر گرے ہیں، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو تمہارے اس حجرہ میں تین چاند مدفون ہوں گے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لو! تمہارے حجرہ میں ایک بہترین چاند مدفون ہو گیا۔[2]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین کاموں میں مجھ پر سبقت لے گئے

ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اس نے اپنے دل میں کچھ سوچا، پھر پوچھنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی سب پر فوقیت دیتے ہیں؟ حالانکہ آپ رضی

1. "الحاکم" (۶۲/۳)
2. "الخلفاء الراشدون" لعبد الستار الشیخ ص ۲۱

اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بھی ان سے زیادہ ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے میں بھی ان سے مقدم ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری سبقتیں حاصل ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی فطانت و ذہانت سے پوچھا: شاید کہ تم قریش کے قبیلہ "عائذۃ" سے تعلق رکھتے ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ جی ہاں، اے امیر المؤمنین! حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اگر مومن، خدا تعالیٰ سے پناہ پکڑنے والا نہ ہوتو میں تجھے قتل کر دیتا، اور اگر میں زندہ رہا تو تجھے میری طرف سے گھبراہٹ پہنچے گی۔ پھر سختی سے فرمایا: تیرا ناس ہو! حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو چار چیزوں میں مجھ پر سبقت لے گئے ہیں۔ نماز کی امامت اور خلافت میں مجھ پر سبقت لے گئے اور مجھ سے پہلے غارِ ثور میں چلے گئے اور سلام کو پہلے رواج دیا۔ تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے سب کی تو مذمت فرمائی لیکن ابوبکر کی مدح فرمائی۔ ارشاد ہوا:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ﴾ (التوبۃ: ۴۰) [۱]

﴿اللہ کی راہ میں چند قدم چلنا﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی جانب چند لشکر روانہ کیے اوران پر یزید بن ابی سفیان، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو امیر مقرر کیا۔ جب یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو الوداعی نصیحتیں کرنے لگے اور جب وہ اپنی سواریوں پر سوار ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان امراءِ لشکر کے ساتھ پیادہ پا چلتے رہے اور ان کو رخصت فرمانے لگے حتیٰ کہ ثنیۃ الوداع (مقام) تک پہنچ گئے۔ لشکر کے امراء کہنے لگے: اے خلیفۂ رسول ﷺ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل چل رہے ہیں اور ہم سواریوں پر سوار ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے یہ قدم اللہ کی راہ میں نیکی میں شمار ہوں۔ [۲]

---

۱ "الکنز" (۳۵۵/۴)

۲ "البیہقی" (۸۵/۹)، ابن عساکر (۳۵۶،۳۵۵/۱)

﴿اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امتحان﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ افروز ہوئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم ان دو آیتوں کے متعلق کیا کہتے ہو:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (فصلت: ۳۰)

اور ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾

(الانعام: ۸۲)

ان آیات کا تمہاری نظر میں کیا مفہوم ہے؟ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر استقامت دکھائی، اس سے مراد ہے کہ پھر کوئی اور دین اختیار نہیں کیا اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا یعنی کسی گناہ کے ساتھ نہیں ملایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ان آیات کو بے محل جگہ پر محمول کیا۔ پھر فرمایا کہ "قالوا ربنا اللّٰہ ثمر استقاموا" کا مطلب ہے کہ پھر انہوں نے کسی دوسرے معبود کی طرف التفات نہیں کیا۔ اور دوسری آیت میں "بظلم" سے مراد شرک ہے کہ پھر انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ ملتبس نہیں کیا۔[1]

﴿اللہ تعالیٰ، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے درمیان پر وقار اور باعظمت طریقہ سے تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے، انہوں نے اپنی بیٹی سے میری شادی کی، دار ہجرت میرے ہمراہ گئے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلامی سے آزادی دلائی۔ اور اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے، وہ حق بات کہتا ہے، خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو اور ان کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] "الحلیۃ" (۱/۳۰)

عثمان پر رحم فرمائے، جن سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے، اے اللہ! جہاں یہ جائیں، حق کو ان کے ساتھ ہی پھیر دے۔[1]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بار تصدیق کی

ایک آدمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، اس نے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نوشی کی ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعوذ باللہ پڑھی۔ اس نے پوچھا: کیوں؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنی اخلاقی قدروں کا تحفظ کرتا تھا۔ کیونکہ جو شخص شراب پیتا اس کی عزت و آبرو خاک میں مل جاتی تھی۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بار تصدیق کی ہے۔[2]

کھانے میں برکت ہوگئی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ تین مہمانوں کو لے کر گھر پہنچے، پھر مہمانوں کو اپنے بیٹے کے پاس چھوڑا۔ اور خود رسالت مآب ﷺ کے ساتھ رات کا کھانا تناول فرمانے کے لیے تشریف لے گئے، کاشانۂ اقدس ﷺ پر رات کا ایک حصہ گزارنے کے بعد گھر واپس آئے تو اپنی بیوی سے پوچھا: مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں دیا؟ تمہیں کھانا کھلانے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ بیوی نے کہا: مہمانوں نے آپ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں بھی یہ کھانا بالکل نہیں کھاؤں گا۔ پھر جب انہوں نے کھانا مہمانوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ کھاؤ! تو وہ کھانے لگے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: خدا کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے اس کے نیچے سے اور زیادہ نکل آتا تھا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے۔ اور باقی بچا ہوا

---

[1] "الترمذی" (۳۶۴۷)

[2] "الکنز" (۳۵۵۹۸)

کھانا اس کھانے سے زیادہ ہے جو پیش کیا گیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دیکھا تو واقعی کھانا ویسا ہی تھا یا اس سے بھی زیادہ تھا، اپنی بیوی سے فرمانے لگے: اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہوا؟ وہ خوشی سے کہنے لگیں: واقعی یہ تو پہلے سے تین گنا زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ کھانا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔[1]

اہل بدر کی شان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مال آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں وہ مال برابر طریقہ سے تقسیم کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول ﷺ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اہل بدر اور دوسرے لوگوں کے درمیان برابر کا برتاؤ کرتے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دنیا تو مقصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس میں زیادہ وسعت زیادہ بہتر ہے۔ پھر ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختلف وفود روانہ فرمارہے تھے اور مختلف مہمات میں امراء کو مقرر کر رہے تھے کہ ایک آدمی یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کہ اے خلیفۂ رسول ﷺ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بدر کو عامل کیوں نہیں مقرر کرتے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ان کے مقام کا علم ہے، لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ ان کو دنیا میں آلودہ کروں۔[2]

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ان کے احسانات کا بدلہ

حضور اقدس ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا ہر ایک کا بدلہ چکا

---

[1] "جامع کرامات الاولیاء" (۱/۱۲۷)

[2] "حلیۃ الاولیاء" (۱/۳۷)

دیا ہے، کیونکہ ان کے ہم پر ایسے احسانات ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے روز ان کا بدلہ ان کو دیں گے اور جس قدر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا اتنا نفع مجھے اور کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند فضائل

مسجد کے صحن میں حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارد گرد لوگ بھی جمع تھے، لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور ﷺ کی نظر میں ایک وزیر کا مقام تھا، آنحضور ﷺ تمام اہم امور میں ان سے مشاورت فرماتے تھے، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثانی الاسلام تھے، نیز غار میں بھی ثانی اثنین (دو میں سے دوسرے) تھے، غزوۂ بدر کے موقع پر بھی قریش میں ثانی بھی تھے اور قبر مبارک میں بھی ثانی ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کسی کو ان پر مقدم نہیں رکھتے تھے۔[2]

ایک آدمی حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا کہ حضور ﷺ کی نظر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا کیا مقام تھا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کی نظر میں ان کا مقام وہی تھا جو اس وقت ان کا مقام ہے۔[3] (یعنی جیسے ان کی قبریں، حضور ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں۔)

اپنی اصلاح کی فکر کرو

فکر و غم کی کیفیت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، حمد

---

۱ "الترمذی" (۳۵۹۳)

۲ "الحاکم" (۳....۶۳)

۳ "الزھد" للامام احمد (۱۱۲)

وثناء کے بعد فرمایا: لوگو! تم یہ آیت مبارکہ پڑھتے ہو:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ﴾ (المائدۃ: ۱۰۵)

لیکن اس کے معنی کو خلاف محل مقام پر محمول کرتے ہو۔ حالانکہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کوئی کام خلاف شرع ہوتے دیکھیں اور اس کام کو نہ روکیں تو عنقریب اللہ سب کو عذاب میں گرفتار کریں گے، پھر اس عذاب کو ان سے دور نہیں کریں گے۔[1]

﴿اگر عظیم مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو............﴾

حضور اکرم ﷺ نے حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کھجوروں کی ایک تھیلی دینے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں انصاری آدمی سے جا کر لے لو، حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس انصاری آدمی کے پاس گئے اور ان سے کھجوروں کی تھیلی مانگی تو اس نے ٹال مٹول کی اور دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت اغر، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں واپس آئے اور سارا قصہ سنایا، آنحضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ ان کے ساتھ اس انصاری آدمی کے پاس جائیں اور اس سے کھجوروں کی تھیلی وصول کریں۔ حضرت اغر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے مسجد میں ملنے کا وعدہ کیا، جب ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تو میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسب وعدہ اپنی جگہ پایا، چنانچہ ہم (اس انصاری آدمی کے پاس) چلے، جب بھی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی آدمی کو دور سے دیکھتے اسے سلام کرتے، پھر مجھ سے فرمایا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں عظیم مرتبہ حاصل ہو تو سلام کرنے میں کوئی شخص تم پر سبقت نہ لے جائے۔[2]

---

[1] "الترمذی" (۲۱۶۸)، وابن ماجہ (۴۰۰۵)

[2] "الطبرانی" (۸۸۰) (۱/۳۰۰)

﴿مجھے فرمایئے، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں﴾

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک آدمی پر اتنا سخت غصہ آیا کہ اس سے قبل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر شدید غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا گیا، (یہ حالت دیکھ کر) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے فرمایئے، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں، (یہ بات سنتے ہی) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ فرو ہوا، آتش غضب میں کمی آئی تو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تیری ماں تجھ پر روئے، تو نے یہ کیوں کہا؟ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں اس کو ضرور قتل کر دیتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تیری ماں تجھ پر روئے، یہ حق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہے۔[1]

﴿تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے﴾

ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں خلیفۃ المسلمین تھے۔ اس آدمی نے اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ شکوہ کیا کہ میرا باپ میرا سارا مال اپنے قبضہ میں کر کے اس کا صفایا ہی کرنا چاہتا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کے باپ کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تمہیں اس کا صرف اتنا مال لینے کا حق ہے جو تیرے لیے کافی ہو۔ اس کے باپ نے کہا: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ:

﴿انت ومالک لابیک﴾

"یعنی تم بھی اور تمہارا مال بھی تمہارے باپ کی ملک ہے۔"

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں، بالکل فرمایا ہے، مگر اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد نفقہ ہے۔[2]

---

[1] "مسند ابی یعلی" (۸۰،۷۹)

[2] "الخلفاء الراشدون" (ابوبکر الصدیق) ص ۸۲

نیکیوں میں سبقت لے جانے والے

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ، لوگوں کے پاس تشریف فرما تھے اور ان سے خیر وفضل کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ان کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے کہ ہاں، وہ سبقت لے جانے والے تھے ان کا ذکر خیر ہونا چاہیے، وہ سبقت لے جانے والے تھے ان کا ذکر خیر ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب بھی کسی نیک کام میں ہمارا مسابقہ ہوا تو وہ ہم پر سبقت لے گئے۔[1]

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مثال آنکھ اور کان جیسی ہے

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتاب اللہ کی تعلیم کی نصیحت وہدایت دیتے ہوئے فرمایا: قرآن چار آدمیوں سے سیکھو: ابن ام عبد، معاذ، اُبی اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان حضرات کو لوگوں کی طرف بھیجوں جیسے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آپ ﷺ کی نظر میں کیا مقام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان دونوں سے مستغنی نہیں ہوں، دین میں ان دونوں کی مثال تو آنکھ اور کان جیسی ہے۔[2]

جو شخص ذرہ برابر عمل کرے گا............

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

---

[1] "مجمع الزوائد" (۴۹/۹)

[2] "مجمع الزوائد" (۵۵/۹)

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال: ۷،۸)

”پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو (وہاں) دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔“

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً کھانا چھوڑ دیا اور گھبراتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنی تمام برائیوں کو اگلے جہاں میں دیکھیں گے؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جو تم ناگوار حالات دیکھتے ہو یہ وہی ہے جس کا تمہیں بدلہ دیا جاتا ہے اور نیکی، نیکوکار کو آخرت میں ملے گی۔[۱]

﴿اہل جنت کے بوڑھوں کے سردار﴾

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: یہ دو شخص تمام اول و آخر اہل جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ مگر انبیاء اور مرسلین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ان کو نہ بتانا۔[۲]

﴿حوضِ کوثر پر رفاقتِ نبوی ﷺ﴾

ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم حوضِ کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے صاحب ہو۔[۳]

---

۱ ”الحاکم“ (۲/۵۳۲،۵۳۳)

۲ ”الترمذی“ (۳۵۹۸)

۳ ”الترمذی“ (۳۶۰۳)

﴿بیت المال کھولو!﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عوالی مدینہ میں مشہور گھر تھا جس کا کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول ﷺ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال کے لیے کوئی پہرے دار مقرر کیوں نہیں کرتے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہاں کوئی خطرہ نہیں۔ پوچھا گیا کہ وہ کیوں؟ فرمایا کہ اس پر قفل (تالا) لگا ہوا ہے۔ درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال کا سارا مال (ضرورت مندوں میں) تقسیم کر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس میں کچھ باقی نہ رہتا تھا، جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منتقل ہو گئے تو بیت المال کو بھی اپنے رہائشی گھر میں منتقل کر لیا، جب کوئی مال آتا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو بیت المال میں رکھ دیتے، پھر لوگوں میں تقسیم کر دیتے حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب وفات ہو گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین بھی عمل میں آ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزانچیوں کو طلب کیا اور ان کے ہمراہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیت المال میں تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، بیت المال کھولا تو اس میں نہ دینار ملا اور نہ درہم۔ ایک بوری ملی، اس کو جھٹکا تو اس سے ایک درہم نکلا، (یہ حالت دیکھ کر) ان کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم آ گیا[1]

﴿حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ کرنا﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ مال بطور صدقہ کے چھپا کر لائے اور دھیمی آواز میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا صدقہ ہے، اور اللہ کے لیے میرے ذمہ ایک اور صدقہ بھی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا صدقہ بطور اظہار

---

[1] "طبقات ابن سعد" (۲۱۳/۳)

کے ساتھ لائے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا صدقہ ہے، اور اللہ کے ہاں میرے لیے اس کا بدلہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے کمان کو تانت لگائی بغیر تانت کے (یعنی تو نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت لے جانے کی کوشش تو کی مگر کامیاب نہ ہو سکے) پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تم دونوں کے صدقات میں وہی فرق ہے جو تمہارے کلمات میں فرق ہے۔[1]

کاش! میں پرندہ ہوتا!

موسم خوشگوار تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر ایک پرندہ پر پڑی جو ایک درخت پر بیٹھا میٹھی میٹھی آواز میں چہچہا رہا تھا۔ (یہ منظر دیکھ کر) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے، اے پرندہ! تو اچھا ہے، خدا کی قسم! کاش! میں تیری طرح (کا ایک پرندہ) ہوتا، درختوں پر بیٹھتا، پھل کھاتا اور اڑتا پھرتا، نہ کسی حساب کا ڈر ہوتا اور نہ عذاب کا۔ خدا کی قسم! کاش! میں سرراہ ایک درخت ہوتا۔ اونٹ میرے پاس سے گزرتے اور مجھے اپنے منہ کا نوالہ بناتے، مجھے چباتے، کھاتے اور نگل جاتے، پھر مجھے مینگنیوں کی صورت میں نکالتے، میں کوئی بشر نہ ہوتا۔[2]

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر الناس ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں مخاطب کیا:

﴿یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ﴾

۔۔ ''یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں بہترین انسان!''

---

[1] ''ابو نعیم'' (۳۲/۱)

[2] ''مصنف ابن ابی شیبۃ'' (۱۴۴/۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اس انداز تخاطب پر) حیا و شرم اور عاجزی وانکساری سے سر جھکا لیا، پھر فرمایا کہ تم مجھے یہ کہہ رہے ہو حالانکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔[1]

﴿ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ میں تھے تو قبول اسلام کی شرط پر غلاموں کو آزاد کرایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزور عاجز اور بوڑھی عورتوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی شرط پر غلامی سے آزادی دلاتے تھے، (ایک دن) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ آئے اور کہنے لگے کہ بیٹے! تم کمزور لوگوں کو آزادی دلاتے ہو، اگر طاقتور اور جری قسم کے مردوں کو آزادی دلاؤ تو زیادہ بہتر ہوگا، وہ تمہارے کام بھی آئیں گے، دشمن سے تمہارا دفاع بھی کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ابا جان! میں تو اللہ تعالیٰ سے ہی اس کا صلہ اور انعام لینا چاہتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی﴾ (اللیل: ۵)[2]

﴿ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت﴾

دن مسلسل گزر رہے تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، صاحب فراش ہیں، بدن مبارک خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غم کے مارے ان کے سرہانے بیٹھی آنسو بہا رہی ہے، دریں اثناء ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بیٹی! میں مال و تجارت

[1] "الترمذی" (۳۶۸۴)

[2] "تاریخ الخلفاء" ص ۸۲

کے اعتبار سے قریش میں سب سے زیادہ مال دار تھا لیکن جب مجھ پر امارت کا بار پڑا تو میں نے سوچا کہ بس بقدر کفایت مال لے لوں۔ بیٹی! اب اس مال میں سے صرف یہ عباء، دودھ کا پیالہ اور یہ غلام بچا ہے جب میری وفات ہو جائے تو یہ چیزیں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی، روح مبارک جسم سے نکل کر اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہو گئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ عباء، دودھ کا برتن اور غلام، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ (یہ چیزیں دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے! انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا، کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ (یعنی اپنی زندگی اتنی صاف شفاف گزاری) خدا کی قسم! اگر ابوبکر کے ایمان کا روئے زمین کے تمام لوگوں کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔ خدا کی قسم! میری یہ تمنا ہے کہ کاش کہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ کا ایک بال ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ کوئی دینار یا درہم نہیں چھوڑا، وہ تو اپنا مال بھی بیت المال میں ڈال دیتے تھے۔[1]

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت ارتحال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر مرگ پر لیٹے تھے بدن پر لرزہ طاری تھا، اعضاء، خوف و گھبراہٹ سے کانپ رہے تھے اور لوگ کثرت سے عیادت کرنے آ رہے تھے، لوگوں نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے خلیفۂ رسول ﷺ! کسی طبیب کو بلا لائیں! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہلکی سی مسکراہٹ میں فرمایا کہ طبیب تو آ گیا ہے۔ لوگوں نے افسردہ ہو کر پوچھا: پھر اس نے کیا کہا ہے؟ فرمایا کہ وہ کہتا ہے کہ اِنّــــیْ

[1] "الزهد" للامام احمد (۱۱۰، ۱۱۱)، و "المطالب العالية" (۳۷/۴)

فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ یعنی میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ لوگوں نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے اپنے سروں کو ہلایا اور پھر خاموش ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باپ کی عیادت کے لیے آئیں، دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان کنی کے عالم میں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رخساروں پر آنسو رواں تھے اس شدتِ کرب کے عالم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہو گئے:

لعمرک مایغنی الثراء عن الفتی　　اذا حشرجت یوماً وضاق بھا الصدر

"تیری عمر کی قسم! جان کنی کے وقت اور سینہ تنگ ہو جانے کے عالم میں کسی انسان کو اس کی مالداری کام نہیں آتی۔"

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نظرِ التفات فرمائی اور فرمایا: اے بیٹی! ایسا نہ کہو، بلکہ تم یہ کہو:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ (سورۃ ق: ۱۹)

"اور سکراتِ موت کا وقت حق کے ساتھ آ گیا۔"

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: میرے ان دو کپڑوں کو دیکھو، انہیں دھو کر مجھے انہی میں کفن دے دینا، کیونکہ زندہ آدمی کو نئے کپڑوں کی مردے کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہوتی ہے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے آئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت کی کشمکش میں تھے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھبراتے ہوئے عرض کیا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت کیجیے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر دنیا (کے دروازے) کھولے گا لیکن تم اس میں سے بقدرِ ضرورت ہی لینا، اور یہ کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے وہ اللہ کی پناہ و امان میں آ جاتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی پناہ کو نہ توڑنا ورنہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔[1]

---

[1] "الزھد" للامام احمد (۱۰۹، ۱۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعزیتی خطاب

خلیفۂ رسول ﷺ! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں صف ماتم بچھ گئی اور مدینہ کے درودیوار پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وفات کی خبر ملی تو فوراً اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ پڑھتے ہوئے مکان سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: الیوم انقطعت خلافة النبوة ''یعنی آج خلافت نبوت کا انقطاع ہو گیا۔'' پھر دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا: ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تم پر رحم کرے! تم سب سے پہلے اسلام لائے، تم سب سے زیادہ مخلص مسلمان تھے، تمہارا یقین سب سے زیادہ مضبوط تھا، تم سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے تھے، سب سے زیادہ باعظمت تھے، صحبت اور منقبت میں سب سے افضل تھے، مرتبہ کے اعتبار سے سب سے برتر تھے، سیرت و عادت میں آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لیے رحم دل باپ تھے، جب کہ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی طرح تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب پیش قدمی دکھائی اور اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا، پس ہم سب اللہ کے لیے ہیں، اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم اللہ کی قضاء پر راضی ہیں، ہم نے معاملہ، اللہ کے سپرد کر دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نازل نہیں ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دین کی عزت اور قلعہ کی حیثیت کے حامل تھے، پس اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے نبی ﷺ سے ملا دے اور ہم کو تمہارے بعد تمہارے اجر سے محروم اور بے راہ نہ کرے۔''

جب تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تعزیتی خطاب فرماتے رہے سب لوگ خاموش رہے لیکن جونہی خطاب ختم ہوا سب بے تحاشا روئے اور سب نے بیک زبان ہو

کر کہا: "صدقت یا ابن عم رسول اللہ ﷺ" یعنی اے ابن عم رسول ﷺ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا۔[1]

الحمدللہ "مأۃ قصۃ من حیاۃ
ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ"
کا پہلا سلیس اردو ترجمہ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز بدھ
سے شروع ہو کر ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز منگل پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

طالب دعا:
خالد محمد بن مولانا حافظ ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ
(فاضل ومدرس) جامعہ اشرفیہ لاہور
و (نائب الرئیس) الجمعیۃ المصنفین لاہور۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وأصحابہ اجمعین

[1] "مجمع الزوائد" (۱۰/۹)